جلسہ سالانہ ۱۹۲۹ء کے اہم کوائف مختصر الفاظ میں

انتظامی اور دیگر امور

الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۱۹۲۹ء مرکز سلسلہ میں ۲۷ ر دسمبر شروع ہو کر ۲۹ ر کو بخیر و خوبی اختتام کو پہونچا۔

موسمی حالت

گذشتہ سال چونکہ جلسہ کے ایام میں بارش کی وجہ سے بہت بے لطفی پیدا ہو گئی تھی۔ اور ہزاروں اصحاب کو جو دور دراز سے تشریف لائے تھے۔ بہت تکلیف اٹھانا پڑی تھی۔ اس لئے اب کے جب دسمبر کے نصف اول میں خوب کھل کر بارش ہو گئی۔ تو خیال کیا گیا۔ کہ جلسہ کے موقعہ پر بارش تکلیف کا باعث نہ بنے گی۔ لیکن اس کے بعد ایک دفعہ اور بہت زور کی بارش ہوئی۔ اور مطلع صاف ہو جانے کے بعد ۲۵ ر دسمبر پھر ابر گھر آیا۔ اور کسی قدر بارش بھی برسی۔ جس سے خطرہ پیدا ہو گیا۔ کہ اس دفعہ بھی جلسہ کے ایام گذشتہ سال کی طرح ہی نہ گذریں۔

قبولیت دعا

۲۰ ر دسمبر جمعہ کے دن جبکہ بارش برس رہی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے خطبہ جمعہ کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ چونکہ بارش کافی ہو چکی ہے۔ اور جلسہ سالانہ کے دن قریب آ رہے ہیں۔ اس لئے دعا کی جائے کہ خدا تعالےٰ مطلع صاف کر دے۔ حضور نے خود بھی دعا فرمائی جس کی قبولیت کا ثبوت ۲۶ ر دسمبر کی صبح کو مل گیا۔ جبکہ رات کو گہرا ابر ہونے کے بعد صبح مطلع بالکل صاف تھا۔ اور پھر خدا تعالےٰ کے فضل سے ۲۹ ر دسمبر تک جو کہ جلسہ کا آخری دن تھا۔ بالکل صاف رہا۔ خوب دھوپ نکلتی رہی۔ اور ہزارہا انسانوں کا مجمع سردی کے ان انتہائی ایام میں بہت آرام سے فیوض جلسہ سے مستفیض ہو سکا۔ الحمد للہ۔ لیکن ۳۰ کی صبح کو پھر ابر چھا گیا

دور دراز کے مہمان

جلسہ سالانہ کے لئے ہندوستان کے ہر حصہ اور ہر طبقہ کے لوگوں کے علاوہ بیرونی ممالک کے اصحاب بھی تشریف لائے۔ چنانچہ سماٹرا کے اصحاب جو کچھ عرصہ قبل آئے تھے شامل جلسہ تھے۔ نیز افریقہ سے ملک محمد حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا اور ڈاکٹر محمد علی خانصاحب معہ اہل و عیال صرف جلسہ میں شمولیت کے لئے افریقہ سے آئے۔

اگرچہ ویک انڈ کی رعایت سے فائدہ اٹھانے کیلئے مہمانوں کی کثیر تعداد ۲۶ کی شام اور ۲۷ کی صبح کو پہنچی۔ لیکن اس سے کئی دن قبل بنگال مالابار۔ یو۔پی۔ بمبئی۔ کلکتہ کے علاقوں کے اصحاب آنے شروع ہو گئے تھے ۲۴ سے معمولی گاڑیوں کے علاوہ محکمہ ریلوے نے سپیشل ٹرینیں بھی چلائیں۔ جن کی وجہ سے مہمانوں کو بہت سہولت رہی۔

مہمانوں کی آسائش کا انتظام

مہمانوں کی آسائش کے لئے قادیان کے سٹیشن پر والنٹیروں کا

انتظام کرنے کے علاوہ بٹالہ اور امرتسر کے سٹیشنوں پر بھی انتظام تھا۔ جہاں ہر طرف سے آنے والے احباب کا اجتماع ہوتا تھا۔ اور انہیں سہولت بہم پہنچا سکنے کے لئے ہر ممکن امداد دی جاتی تھی۔ امرتسر کے سٹیشن پر جناب ناظر صاحب ضیافت کی طرف سے احباب کرام کے خیر مقدم کا ایک مطبوعہ اشتہار تقسیم کیا گیا۔ جس میں بعض ضروری ہدایات بھی درج کی گئی تھیں۔

جلسہ گاہ

جلسہ گاہ کا رقبہ ۱۲۵×۱۲۵ فٹ تھا۔ اور اس میں مسقف گیلریاں چاروں طرف بنائی گئی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی تقریر کے وقت تمام جلسہ گاہ اس طرح بھر جاتی۔ کہ کہیں تل دھرنے کو جگہ نظر نہ آتی۔

مہمانوں کی تعداد

کل مہمانوں کا اندازہ از روئے پرچی خوراک ۲۸؍ دسمبر کی رات کو جو کہ جلسہ کا درمیانی دن تھا۔ سترہ ہزار تین سو سولہ تھی۔ گذشتہ سال یہ تعداد جلسہ کے درمیانی دن سولہ ہزار آٹھ سو پچاسی شمار کی گئی تھی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ بہت سے لوگوں کو خاص حالات کی وجہ سے چھٹی نہ مل سکی۔ مہمانوں کی تعداد میں گذشتہ سال سے اضافہ تھا۔

کئی ایک معزز غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب بھی تشریف لائے۔ بعض غیر مبایع اصحاب بھی موجود تھے۔

حسن انتظام

باوجود مہمانوں کی اتنی کثرت کے کھانا حسن انتظام کے ساتھ ایسے وقت پر کھلا دیا جاتا تھا۔ کہ احباب مقررہ وقت پر جلسہ میں شامل ہو سکیں۔ یہ اہتمام بہت مکمل رہا۔ سوائے اس کے کہ ۲۸؍ دسمبر کی شام کو بیرون قصبہ روٹیوں کی کمی واقعہ ہو گئی۔ مگر جلد سے جلد اندرون قصبہ سے روٹیاں بھجوا دی گئیں۔

ہر طرح کا امن و امان

یہ خدا تعالےٰ کا خاص فضل ہوا۔ کہ اتنے بڑے مجمع میں کوئی ناگوار حادثہ رونما نہیں ہوا۔ اور نہ راستہ میں مہمانوں کے متعلق کوئی ایسی بات سننے میں آئی۔ کثرت ہجوم کی وجہ سے بعض اوقات چھوٹے بچے کھوئے جاتے رہے۔ لیکن جلد مل جاتے تھے۔

انتظام جلسہ

جلسہ کی انتظامی صورت یہ تھی۔ کہ افسر اعلےٰ جناب میر محمد اسحاق صاحب ناظر ضیافت تھے۔ جن کے ماتحت اندرون قصبہ مولانا سید سرور شاہ صاحب اور بیرون قصبہ خان عبد اللہ خان صاحب ناظم جلسہ تھے۔ ان کی زیر نگرانی ہر ایک صیغہ کے علیحدہ علیحدہ افسر تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ سے ملاقات اور بیعت وغیرہ کا انتظام شیخ یوسف علی صاحب پرائیویٹ سکرٹری کے سپرد تھا۔ اور جلسہ گاہ میں تقریروں وغیرہ کا انتظام جناب چوہدری فتح محمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ کی نگرانی میں تھا۔ بوجہ بارش چونکہ کسیر کافی مقدار میں جمع نہ کی جا سکی۔ اس لئے اس کمی کو ایک حد تک صفوں کے ذریعہ پورا کیا گیا۔ عام طور پر گائے کا گوشت پکتا رہا۔ البتہ بعض ان لوگوں کے لئے جنہیں گائے کا گوشت کھانے کی عادت نہ تھی بکرے کے گوشت کا بھی انتظام تھا۔ صبح کے وقت عام طور پر دال اور شام کو گوشت دیا جاتا تھا۔

روشنی

چونکہ اندھیری راتیں تھیں۔ اس لئے اندرون قصبہ کی عام گذرگاہوں کے علاوہ سٹیشن سے لے کر قصبہ تک بھی کھمبے گاڑ کر لیمپ لگا دیئے گئے تھے۔ منارۃ المسیح پر گیس کی روشنی کی گئی۔ جو محلہ دارالرحمت کے مکانات تک پہنچتی تھی۔ ریلوے والوں نے سٹیشن کے اندر اور باہر گیس کی روشنی کا انتظام کیا۔ اور بٹالہ اسٹیشن پر بھی ایسا ہی انتظام تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اور انتظامات جلسہ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ شروع ہونے سے قبل بنفس نفیس تمام انتظامات کا ملاحظہ فرمایا۔ حتےٰ کہ حضور جلسہ گاہ اور سٹیشن پر بھی انتظامات دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ پھر روزانہ تمام امور کی مفصل رپورٹ منتظمین کی طرف سے حضور کی خدمت میں پیش ہوتی۔ اور حضور اپنی ہدایات کے ذریعہ منتظمین کی رہنمائی فرماتے۔ اسی طرح تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد جلسہ گاہ کی رپورٹ بھی حضور کی خدمت میں بھیجی جاتی۔

حضرت اقدس سے ملاقات

۲۴؍ دسمبر سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ سے جلسہ پر تشریف لانے والے اصحاب کی ملاقات خاص انتظام کے ماتحت شروع ہوئی۔ جس کے اوقات صبح ۷½ سے ۹½ بجے تک اور رات ۷½ بجے سے رات کے ۳ بجے تک تھے۔ اس طرح ہزاروں انسانوں نے حضور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔

بیعت

۳۰؍ دسمبر تک بیعت کرنے والوں کی تعداد پانچ سو کے قریب پہنچ گئی۔

جدت

اب کے روزانہ لیکچروں کا پروگرام الگ شایع کیا گیا۔ جس میں لیکچروں کے متعلق مختصر نوٹ بھی درج ہوتے تھے۔ تاکہ احباب لیکچر سننے سے قبل اس کے متعلق بعض اہم امور سے آگاہ ہو جائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے سٹیج پر تشریف لانے اور تشریف لے جانے پر اللہ اکبر کے نعرے نہایت زور کے ساتھ بلند کئے جاتے۔ جس سے مجمع میں نہایت خوشگوار گونج پیدا ہو جاتی۔

خواتین کا جلسہ

یہ جلسہ علیحدہ جلسہ گاہ میں منعقد ہوتا رہا۔ اور ۳۰؍ دسمبر کو بھی اس کی کارروائی جاری رہی۔ ایام جلسہ میں خواتین کی دستکاری کی نمائش بھی زیر انتظام مرکزی لجنہ اماء اللہ کی گئی۔ اور ۲۶؍ دسمبر کچھ گھنٹے ایک آنہ ٹکٹ پر مردوں کو بھی نمائش دیکھنے کا موقعہ دیا گیا۔ نمائش کی چیزیں اگرچہ تعداد میں اتنی زیادہ نہ تھیں۔ لیکن بعض نہایت نفیس اور عمدہ تھیں۔

محکمہ ریلوے

محکمہ ریلوے نے مسافروں کو سہولت بہم پہنچانے میں حتے المقدور کوشش کی۔ ایجنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے صاحب کی طرف سے ایک اشتہار بھی شائع ہوا۔ جس میں اپنے تجارتی نقطہ نگاہ سے لوگوں کو جلسہ میں شمولیت کی تحریک کی گئی۔ قادیان کے سٹیشن پر زائد عملہ متعین کیا گیا۔ سپیشل گاڑیاں چلائی گئیں۔ روشنی کا معقول انتظام کیا گیا۔ مگر بعض مقامات کے متعلق یہ معلوم کر کے افسوس ہوا۔ کہ ۲۶؍ تاریخ ویک اینڈ ٹکٹ حاصل کرنے میں دقت پیش آئی اور بعض سٹیشنوں سے اس دن ٹکٹ نہ مل سکے۔ اس کے متعلق محکمہ ریلوے کو خاص طور پر بھی توجہ دلائی جائے گی۔ امید ہے۔ اس بارے میں پوری تحقیقات کی جائے گی۔

کتب

لٹریچر کی اشاعت تبلیغ کیلئے نہایت ضروری چیز ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے احباب جماعت کی توجہ خرید کتب کے متعلق بہت کم ہو رہی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس سال گذشتہ سالوں کی نسبت بہت کم کتابیں شائع ہوئیں۔ بک ڈپو نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تصنیف ازالہ اوہام ہر دو حصص شائع کی۔ اور پہلے کی نسبت بہت کم قیمت رکھی۔ اس کے علاوہ موجودہ بائیبل الہامی نہیں۔ برگزیدہ رسول حصہ سوم و چہارم اور رنگین کیلنڈر ۱۹۳۰ء شائع کیا۔

منشی فخر الدین صاحب نے حسب ذیل کتب شائع کیں:۔
(۱) ذکر الٰہی و قبولیت دعا کے طریق (حضرت خلیفۃ المسیح کی دو تقریریں) (۲) مرزا احمد بیگ کے متعلق پیشگوئی۔ (۳) تحفۃ النصاریٰ (۴) تبلیغ ہدایت (از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب) (۵) الحجۃ البالغہ (از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب) (۶) فلسفہ فلاسفر۔ (۷) دعوتی کارڈ اور لفافے (۸) احمدی ماں کی میٹھی لوریاں (۹) رنگین کیلنڈر ۱۹۳۰ء۔

میاں محمد یامین صاحب نے (۱) احمدی جنتری ۱۹۳۰ء (۲) کلام محمود ہر دو حصہ (۳) جدید قطعات (۴) اقسام شائع کئے۔

میاں عنایت اللہ صاحب نے (۱) وفات نامہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم (۲) منارۃ المسیح (۳) قادیاں دے وچ مہدی آیا۔ پنجابی منظوم کتب شائع کیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۵۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۳ جنوری ۱۹۳۰ء | جلد ۱۷

جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ ۱۹۲۹ء کا افتتاح

حضرت امام جماعت احمدیہ کی افتتاحی تقریر

۲۷ دسمبر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ۱۱ بجے ٹھیک وقت مقررہ پر جلسہ کا افتتاح کرنے کے لئے جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ تلاوت و نظم پڑھی جانے کے بعد حضور نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کر کے حسب ذیل افتتاحی تقریر فرمائی:۔

آج چونکہ جمعہ ہے۔ اور اس کے خطبہ میں مجھے پھر کچھ بولنا پڑیگا اس لئے میں

نہایت اختصار کے ساتھ

تمام احباب کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ ان دنوں میں خصوصیت سے اللہ تعالےٰ کے حضور

دعائیں

کریں۔ کہ وہ اپنے فضل اور کرم سے اس حصہ عمل کو جو ہمارے اختیارات سے باہر ہے۔ اور اس حصہ عمل کو جو ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے ہم سے سرانجام نہیں پا سکتا خود اپنے فضل اور لطف سے پورا کر دے۔

انسان کے ارادے

بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ اور گھر میں بیٹھکر ارادے کر لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ لیکن وہ حصہ جس سے نفع اور فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ وہی ہے جس کے ساتھ

عمل

شامل ہوتا ہے۔ ارادے ایمان کا جزو ہوتے ہیں۔ اور ایمان کی تمثیل ایک کھیتی کی سی ہے۔ اور عمل کی تمثیل خداوند کریم نے نہر اور پانی سے دی ہے۔ اور وہی کھیتی سرسبز اور شاداب ہو سکتی ہے۔ جسے موقعہ پر پانی دیا جائے۔ ورنہ خواہ بہتر سے بہتر بیج عمدہ سے عمدہ زمین میں ڈالا جائے۔ لیکن اس زمین میں نمی اور تری نہ ہو۔ اسے وقت پر پانی نہ دیا جائے۔ تو وہ غلہ پیدا نہیں کر سکتی۔ اور اپنے ثمرات نہیں دے سکتی۔ پس ہمارے ارادے ہمارے خیالات اور ہماری امنگیں تبھی نفع دے سکتی ہیں۔ جب

استقلال کے ساتھ اعمال کا پانی

شامل ہو۔ بیسیوں انسان کی کوتاہیاں بیسیوں انسان کی مشکلات بیسیوں انسان کی کمزوریاں اسے اپنے ان ارادوں کے مطابق عمل کرنے سے روکتی رہتی ہیں۔ جو وہ ایک وقت نہایت خلوص سے اپنے دل میں قائم کرتا ہے۔ پس ہمیں دعا کرنی چاہئے۔ خدا تعالےٰ ان کوتاہیوں کو دور کر دے۔ جو ہمیں اپنے ارادوں کے مطابق کام کرنے سے روکتی ہیں۔ پھر وہ کمی پوری کر دے۔ جس کا پورا کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ پھر وہ برکات جن کا نازل کرنا ہمارے قبضہ سے باہر ہے۔ نازل کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ خدا اس

مومن کی دعا

قبول کرتا ہے۔ جو اپنے مسلمان بھائی کی عدم موجودگی میں اس کیلئے دعا کرتا ہے۔ یہ کیا ہی آسان بات ہے دعا قبول کرانے کے متعلق۔ کہ ایک دوسرے کے لئے دعا کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اپنے لئے دعا نہ کریں۔ کریں۔ لیکن دوسروں کے لئے بھی کریں۔ تاکہ اگر اپنے لئے دعا میں وہ جوش پیدا نہ ہو۔ کہ وہ پوری ہو جائے۔ تو اپنے بھائی کیلئے جوش پیدا ہو جائے۔ اور اس کے متعلق جو دعا کرے۔ وہ پوری ہو جائے۔ اسی طرح اس کے بھائی میں اگر اپنے لئے پورا جوش نہیں پیدا ہوا۔ تو اس نے اس کے لئے جو دعا کی۔ وہ قبول ہو جائے۔ گویا اس کی دعا ہمارے لئے قبول ہو جائے۔ اور اس کے متعلق ہماری دعا مانی جائے۔ اس کے متعلق مجھے

ایک رؤیا

یاد آیا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جبکہ میری عمر ۱۲-۱۳ سال کی ہو گی۔ دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا قیامت کا دن ہے۔ اور خدا کے حضور لوگوں کو پیش کیا جا رہا ہے۔ خدا تعالےٰ ایک مضبوط خوبصورت جوان کی شکل میں کرسی پر بیٹھا ہے۔ دائیں طرف حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور دوسرے کئی لوگ بیٹھے ہیں۔ میں بھی انہی میں ہوں۔ وہاں ایک دائیں طرف کوٹھری ہے۔ ایک بائیں طرف۔ اس وقت خدا تعالےٰ کے حضور ایک شخص پیش کیا گیا۔ جو بہت مضبوط اور تنومند تھا۔ اس کا چہرہ سرخ تھا۔ یاد نہیں رہا۔ خدا تعالےٰ نے اس سے کچھ پوچھا۔ یا نہیں۔ اور اگر پوچھا تو میں نے نہیں سنا۔ مگر بغیر اس کے کہ وہ جواب دیتا۔ اس کے چہرہ کی رنگت متغیر ہونے لگی۔ اور ایسا معلوم ہوا۔ کہ اسے کوڑھ ہو گیا ہے۔ پھر اس کے جسم کا گوشت پوست پیپ بننے لگا۔ آخر سر سے لے کر پیر تک وہ پیپ کا بن گیا۔ اس پر فرشتوں نے کہا۔ یہ جہنمی ہے آؤ اسے جہنم میں پھینکیں۔ چنانچہ اسے بائیں طرف کی کوٹھری میں پھینک دیا گیا۔ پھر ایک اور شخص لایا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے اس سے سوال نہیں کیا۔ یا مجھے یاد نہیں رہا۔ اس کا چہرہ چمکنے لگا۔ اور اس کا سارا جسم نور کا بن گیا۔ اس پر فرشتے بغیر خدا کے حکم کے کہنے لگے یہ جنتی ہے۔ چلو اسے جنت میں لے جائیں۔ چنانچہ اسے جنت میں لے گئے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

تم اپنی پیٹھوں کی طرف دیکھو

جس کے پیچھے پختہ دیوار ہو۔ وہ جنتی ہے۔ اور جس کے پیچھے دیوار کچی ہو۔ وہ دوزخی ہے۔ یہ کہکر اللہ تعالےٰ وہاں پھر دکھائی نہ دیا۔ اور ہم پر اتنی ہیبت طاری ہو گئی۔ کہ کوئی ڈر کے مارے اپنے پیچھے نہ دیکھتا۔ ہر ایک ڈرتا کہ نہ معلوم اسے کیا نظر آئے۔ جب اسی حالت میں عرصہ گذر گیا تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا۔ تم میرے پیچھے دیکھو۔ میں تمہارے پیچھے دیکھتا ہوں۔ میں نے کہا۔ بہت اچھا۔ اور میں نے ڈرتے ڈرتے ان کے پیچھے دیکھا۔ اور انہوں نے میرے پیچھے۔ اور یکدم میں نے چلا کر کہا۔ آپ کے پیچھے پکی دیوار ہے۔ انہوں نے بھی کہا۔ آپ کے پیچھے پکی دیوار ہے۔ میرے نزدیک ایک دوسرے کے پیچھے دیکھنے کے معنی یہی ہیں کہ

ایمان کی تکمیل

ایک دوسرے کی مدد سے ہو سکتی ہے۔ جب مومن دوسروں کے لئے دعا کرتا اور اپنے آپ کو دوسرے کی خیر خواہی میں معروف کر دیتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ اسے برکت دیتا اور اس کی دعا سنتا ہے۔ پس احباب دعا کریں۔ اپنے علاوہ دوسروں کے لئے بھی دعا کریں۔ ساری جماعت کے لئے دعا کریں۔ بلکہ ساری دنیا کے لئے دعا کریں۔ حتیٰ کہ جو

اشد ترین دشمن

ہو۔ اس کے لئے بھی دعا کریں۔ کہ خدا کا اس پر فضل ہو۔ اپنے دلوں کو ہر قسم کے کینہ اور عداوت سے اسی طرح پاک کر لو۔ جس طرح اللہ پاک ہے۔ وہ جس طرح کافر اور مومن دونوں کو رزق دیتا۔ اور اپنے فیوض نازل کرتا ہے تم بھی تمام کدورتوں تمام دشمنیوں اور تمام عداوتوں سے اپنے دلوں کو پاک کر کے دعا کرو۔ شاید رحم کرنے والی ہستی حضرت مسیح علیہ السلام کے الفاظ میں ہمارے قرضوں کو معاف کر دے جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو معاف کر دیتے ہیں۔ جب ہم اپنے دشمنوں اور مخالفوں کے لئے دعا کریں تو وہ بھی ہم پر اس لئے فضل نازل کرے

کہ آج میرا بندہ چھوٹے سے دل اور کم حوصلہ کے ساتھ اپنے دشمن کو معاف کرتا اور اس کے لئے دعا کرتا ہے۔ تو میں جو سب کا بادشاہ ہوں۔ اسے معاف کر دوں۔ پھر آپ لوگ مل کر

سلسلہ کے کاموں میں کامیابی

کے لئے دعا کریں تاکہ جس کام کو ہم اپنے عمل سے نہیں کر سکتے۔ وہ خدا کے رحم سے ہو جائے۔ خصوصیت سے ان دوستوں اور جماعتوں کے لئے دعا کی جائے۔ جو سلسلہ کا بوجھ اٹھانے میں خاص حصہ لیتی ہیں۔ آپ لوگوں کو معلوم ہوگا۔ کہ جلسہ کی تحریک میں اس دفعہ ایک نقص کی وجہ سے خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ مگر میں نے جو تحریک کی۔ اس میں خدا تعالےٰ نے برکت دی۔ احباب کے اخلاص میں جوش پیدا ہوا۔ اور ایک قلیل عرصہ میں پندرہ ہزار سے زیادہ چندہ آچکا ہے۔ گو اخراجات جلسہ کے لحاظ سے ابھی ۵۰۰۰ ہزار کی کمی ہے۔ مگر معلوم ہوا ہے۔ ابھی سو کے قریب جماعتیں چندہ دینے والی باقی ہیں۔ اگر ان جماعتوں کے دوست یہاں موجود ہوں۔ تو میں ان سے کہونگا۔ وہ دوسری جماعتوں کے احباب کے اخلاص میں ترقی کے لئے دعا کریں۔ کہ ان کا بوجھ بھی انہوں نے اٹھایا ہے۔ شاید اسی طرح خدا تعالےٰ ان کی سوئی ہوئی حالت کو بدل دے۔ پھر ان کے لئے بھی دعا کی جائے۔ کہ انہیں بھی

اخلاص سے حصہ

نصیب ہو۔ پھر خواہ کسی میں چندہ کے لحاظ سے کمزوری ہو۔ خواہ تبلیغ کے لحاظ سے خواہ اخلاص کے لحاظ سے۔ پھر خواہ مرکزی لوگ ہوں۔ خواہ بیرونی سب کے لئے دعا کی جائے۔ کیونکہ ہر ایک خدا کے فضل کا محتاج ہے۔ اور اس کے فضل کے سوا ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

بقیہ کالم ۳ صفحہ ہذا

کے آداب ہیں۔ جنکو آپ کی خدمت میں عرض کر دینا ضروری ہے۔ (۱) جسقدر تقریریں یہاں ہوں۔ سب میں باقاعدگی کیساتھ پورے وقت کیلئے شریک ہونا چاہئیے یہ خیال کرنا بہت بڑی غلطی ہے کہ صرف سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ہی کی تقریر سُن لینا کافی ہے۔ (۲) جلسہ گاہ کو آتے وقت اور یہاں بیٹھے ہوئے اور نکلتے ہوئے ہر بات میں ایک خاص وقار اور سکون آپ لوگوں کو مدنظر رکھنا چاہیئے جسے دیکھکر دشمن بھی یہ کہنے پر مجبور ہو کہ یہ جماعت واقعی منظم شدہ اور ایک مرکز سے وابستہ ہے (۳) جلسہ کے مقررہ اوقات کے علاوہ جو وقت بھی ملے اُسے نہایت مفید طریق پر خرچ کرنا چاہیے۔ سب سے مقدم حضرت اقدس کی ملاقات ہے جسکا انتظام افسر صاحب ڈاک کے سپرد ہے اسکے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کے مزار مبارک پر حاضری اور بہشتی مقبرہ کی زیارت ایسی باتیں ہیں جن کے متعلق مجھے زیادہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

معذرت: احباب کرام۔ آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک ہمارے جدوجہد کا تعلق ہے ہم انتہائی کوشش کرینگے کہ آپکو ہر طرح آرام و آسائش پہنچے اور تمام ممکن تجاویز جو آپ کی بہبودی کیلئے ہمارے امکان میں تھیں اختیار ہم کر چکے ہیں لیکن ہمیں اپنی کمزوری اور نااہلی کا بھی اعتراف ہے اور ہم اسبات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کہ اتنے بڑے اجتماع کی موجودگی میں یہ ناممکن ہے کہ انتظام میں کوئی نقص نہ ہو لیکن ہم آپ سے اسبات کے امیدوار ہیں۔ کہ آپ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما دیں گے۔ اور نہ ہماری کمزوریوں کو تنظر استہزا دیکھیں گے۔

خطبہ استقبالیہ جلسہ سالانہ سنہ ۱۹۲۹ء

جناب افسر صاحب جلسہ سالانہ کی طرف سے حسب ذیل خطبہ استقبالیہ ۲۷ر دسمبر جلسہ گاہ میں پڑھا گیا

خوش آمدید

جناب صدر و معزز حاضرین:-

یہ خاکسار بہ حیثیت ناظر ضیافت سلسلہ عالیہ احمدیہ اہالیان قادیان اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے تمام اُن اصحاب کو خوش آمدید کہتا ہے جو بحر و بر سے اس جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ ہم اس بات کو اچھی طرح محسوس کرتے ہیں کہ آپ سب لوگ ہمارے معمولی مہمان نہیں۔ بلکہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلائے ہوئے مہمان ہیں۔ اور آپ میں سے کوئی شخص بھی معمولی انسان نہیں۔ بلکہ ہر ایک آپ میں سے آیات اللہ میں داخل ہے۔ اس لئے ہم آپ کی خدمت کو اپنے لئے فخر اور خدا تعالےٰ کے احسانوں میں سے ایک احسان یقین کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے آج کامل ایک سال کے بعد ہمیں پھر یہ موقعہ عطا فرمایا کہ ہم اپنے پیارے مسیح کی قرارگاہ میں جمع ہوں۔ اور ان تمام برکات سے حصہ لیں۔ جو اس مقدس سرزمین سے وابستہ ہیں۔ اور ان انوار قدسیہ سے بہرہ اندوز ہوں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے پاک خلفاء اور اُن کی صحبت سے حصہ پانے والے بزرگوں سے وابستہ ہیں۔

جلسہ سالانہ کی بُنیاد

معزز حضرات! آپ سے یہ امر پوشیدہ نہ ہوگا۔ کہ اس جلسہ کی بُنیاد سنہ ۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں سے ڈالی گئی۔ اور آپ نے ایک عام اعلان کے ذریعہ یہ ارشاد فرمایا۔ "قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے۔ کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالےٰ چاہے۔ بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے۔ کہ وہ تاریخ ۲۷ر دسمبر سے ۲۹ر دسمبر قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰ر دسمبر سنہ ۱۸۹۱ء ہے۔ آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ر دسمبر کی تاریخ آجاوے۔ تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق و معارف کے سنانے کا شغل رہے گا۔ جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور توجہ ہوگی۔ اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جاویگی۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں اپنی طرف کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے۔ اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا۔ کہ ہر ایک نئے سال میں جسقدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہونگے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کا منہ دیکھ لیں گے۔ اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائیگا۔ اس جلسہ میں اسکے لئے دعائے مغفرت کی جاوے گی۔ اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور انکی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جل شانہ کوشش کی جاوے گی۔ اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہونگے۔ جو انشاء اللہ العزیز وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔"

جلسہ سالانہ کی تاریخیں

حضرات! یہ خدا تعالیٰ کا ایک فضل اور احسان ہے کہ اسدن سے لیکر آج کے دن تک یہ جلسہ جماعت عالیہ احمدیہ کا سب سے اہم عظیم الشان اجتماع رہا ہے گذشتہ چند سالوں میں یہ جلسہ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸ر دسمبر کو منعقد ہوتا رہا ہے لیکن امسال پھر خدا تعالیٰ کی کسی حکمت کے ماتحت ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹ر کو منعقد ہو رہا ہے۔

شیطان کی غلامی سے نجات دلانا

احباب کرام! اس زمانہ میں جبکہ ایک عالمگیر دہریت کی رو پھیل رہی ہے۔ اور دنیا کے دماغوں میں سوائے دنیوی اغراض کے اور کوئی بات سما نہیں سکتی ایسے زمانہ میں صرف یہی ایک ایسا اجتماع ہے جو خدائے قدوس کے نام کو بلند کرنے کیلئے ہر سال منعقد ہوتا ہے۔ آپکو یہ امر بخوبی معلوم ہوگا۔ کہ ان ہی دنوں میں پنجاب کے دارالسلطنت لاہور میں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔ اس اجتماع میں ہندوستان کے تمام حصوں سے لوگ بکثرت شریک ہونگے۔ لیکن اس بات سے کون ناواقف ہے کہ انکی تمام کوششوں اور کارروائیوں کا انتہائی مقصود یہ ہوگا۔ کہ ہندوستان کی سیاسی زندگی میں ایک انقلاب عظیم بپا کر دیں اور اپنے ملک کو غلامی کی زنجیروں سے نجات دلائیں۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اپنے ملک کی خاطر ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور کوئی شخص اس بات سے ناواقف نہیں۔ کہ انکے پاس جتھا، مال، دولت، دنیاوی ساز و سامان غرض کسی چیز کی کمی نہیں۔ لیکن اس کے خلاف آج کچھ اور لوگ پنجاب کے ایک چھوٹے سے قصبے میں جمع ہوئے ہیں۔ نہ انکے پاس وہ ساز و سامان ہے نہ وہ جتھا ہے لیکن ان کا دل یقین سے پُر ہے۔ اور ان کا مقصد نہایت شاندار ہے یہ اپنے وطن کو صرف ہندوستان تک محدود نہیں سمجھتے بلکہ ساری دنیا کو وہ اپنا وطن خیال کرتے ہیں اور اسبات کیلئے کھڑے ہوئے ہیں کہ تمام جہان کو شیطان کی غلامی سے نجات دیں۔

ضروری آداب

معزز حضرات! اس جلسہ میں شمولیت کے لئے بعض ضروری

3

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

آپس میں سگے بھائیوں سے بھی زیادہ محبت رکھو

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۹ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں وقت سے دیر کر کے اس لئے آیا ہوں۔ کہ مجھے بٹالہ سے جماعت کے بعض دوستوں نے تار دیا تھا۔ کہ گاڑی لیٹ ہو گئی ہے۔ ہمارا کسی قدر انتظار کیا جائے۔ میں اس انتظار کے بعد اس فکر میں پڑ گیا۔ کہ اول تو جلسہ کی وجہ سے ہی ضرورت تھی۔ کہ نہایت مختصر خطبہ پڑھا جائے۔ اور اب تو اس انتظار کی وجہ سے اور بھی اختصار ضروری ہو گیا ہے۔ پھر میں خطبہ میں کہوں کیا۔

جب یہ خیال میرے دل میں آیا۔ تو ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا۔ کہ یہی انتظار ہمارے لئے نصیحت کا موجب ہو سکتا ہے۔ پھر کیوں نہ اسی سے فائدہ اٹھایا جائے۔ میں نے دل میں خیال کیا۔ کہ

جمعہ کی نماز

ایک الٰہی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے متعلق حکم ہے کہ جب اذان کہی جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہو۔ مگر باوجود اس حکم کے ہم نے بعض ایسے دوستوں کی دلدہی کے لئے جن کا جمعہ میں شامل ہو جانا یقینی نہ تھا۔ اس فرض کی ادائگی میں تاخیر کی۔ اگرچہ یہ

تاخیر اور تعویق

خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں۔ بلکہ مطابق ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہر نماز کے لئے دو اوقات ہیں ایک ابتدائی اور ایک انتہائی۔ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا۔ اور دریافت کیا۔ یا رسول اللہ نمازوں کے اوقات کیا ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہاں ٹھہرو۔ اور اس کے سامنے پانچ نمازیں آپؐ نے ابتدائی اوقات میں ادا کیں۔ اور فرمایا۔ یہ تو ابتدائی اوقات ہیں۔ پھر دوسرے دن پانچ انتہائی اوقات میں ادا کیں۔ اور فرمایا۔ یہ انتہائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی

حکمتوں کے ماتحت

کہ انسان اپنے اندازوں میں غلطی کر سکتا ہے۔ اس کے راستے میں روکیں ہو سکتی ہیں۔ نماز کے لئے ایسے اوقات مقرر کر دیئے۔ بعض نمازوں کا وقت ۴۔۵ گھنٹے تک رہتا ہے۔ مثلاً عشاء کی نماز کا وقت مغرب کے ایک گھنٹہ بعد سے شروع ہو کر رات کے بارہ بجے تک رہتا ہے۔ پھر ظہر میں ۳ گھنٹہ کا وقت ہے۔ یعنی نہایت خفیف سے زوال سے شروع ہو کر قریباً دو سایے ڈھلنے تک رہتا ہے۔ تو ان اوقات میں اجازت ہے۔ کہ نماز ادا کر لی جائے۔ گویا خدا تعالیٰ نے ایک نہایت اہم فرض میں بھی رعایت رکھدی ہے جس سے مجبوری کی حالت میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

میرے دل میں خیال آیا۔ کہ جب

خدا تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض

بھی بندوں کے لحاظ سے آگے پیچھے ہو سکتے ہیں۔ تو بندوں کو خیال کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے حقوق کی ادائگی کے لئے کیوں سخت گیر بنیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فرض کی ادائگی میں ڈھیل دی ہے۔ اگرچہ بعض حدیں قائم کی ہیں۔ لیکن درمیان میں کافی وقفہ دیا ہے۔ کہ جس وقت چاہو۔ ادا کر لو۔ سردیوں میں عشاء کی نماز کے لئے قریباً ۵½ گھنٹے کا وقفہ ہوتا ہے۔ تو پھر انسان کو سوچنا چاہیئے۔ کہ آپس میں معاملات کرتے وقت خیال رکھیں۔ کہ دوسروں کے احساسات کو بلا وجہ ٹھیس نہ لگے۔

جس طرح نماز جمعہ ایک ظاہری اجتماع ہے۔ اسی طرح

انبیاء کی بعثت

سے ایک باطنی اجتماع ہوتا ہے۔ بعض اجتماع انسان کی اپنی مرضی سے ہوتے ہیں۔ جیسے شادی ہے یا دوستوں کا انتخاب ہے۔ انسان سوچ لیتا ہے۔ کہ میں کس قسم کی عورت سے شادی کروں۔ یا کس قسم کے لوگوں کو دوستی کے لئے منتخب کروں۔ اسی طرح محلہ داروں کے متعلق انسان سوچ لیتا ہے۔ کہ مجھے کن لوگوں میں رہنا چاہیئے۔ لیکن

نبی کے ذریعہ اجتماع

ایسا اجتماع ہوتا ہے جس میں شمولیت انسان کی مرضی کی بات نہیں۔ یہ اجتماع نہایت ہی نازک ہوتا ہے۔ اس میں بندے کی مرضی کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا کی اپنی مرضی سے ہی یہ قائم ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں مختلف طبائع کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ شادی کے معاملہ میں میاں بیوی ایک دوسرے کی طبائع یا ایک دوسرے کے رشتہ داروں کی طبائع کا کچھ نہ کچھ اندازہ کر لیتے ہیں۔ اسی طرح دوستی پیدا کرتے وقت بھی طبائع کا پوری طرح خیال کر لیا جاتا ہے۔ لیکن انبیاء کی جماعت میں چونکہ

رنگا رنگ کے لوگ

ہوتے ہیں۔ اس لئے اس میں طبائع کا ملنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور جب تک انسان یہ نہ سمجھ لے۔ کہ یہ دوستی اللہ تعالیٰ نے کرائی ہے اسے قائم نہیں رکھ سکتا۔ اس دوستی میں کسی کی مرضی کا دخل نہیں ہوتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبردست خواہش تھی۔ کہ ابو طالب ایمان لے آئیں۔ مگر یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ اور ابو طالب یہ الفاظ کہتے ہوئے ہی مر گئے۔ کہ اگر میں ایمان لے آیا۔ تو لوگ کہیں گے کہ ڈر گیا ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں ابو جہل اشد ترین معاند تھا۔ اس کا بیٹا عکرمہ جو ہر لڑائی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سخت مقابلہ کرتا تھا۔ اسلام میں داخل ہوا۔ اور

خدمت اسلام

میں ہی اس نے جان دیدی۔ تو دیکھو۔ ایک طرف تو وہ شخص ہے۔ جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر تعلق تھا۔ کہ آپ نے انتہائی کوشش کی۔ کہ وہ ایمان لے آئے۔ لیکن وہ ایمان نہ لایا۔ اور دوسری طرف ایسا اشد ترین دشمن ہے۔ جس کے متعلق جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رویا دیکھا۔ کہ

ایک انگور کا خوشہ

ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ یہ کس کے لئے ہے۔ اور جب بتایا گیا کہ ابو جہل کے لئے۔ تو آپ گھبرا گئے۔ اور فرمایا۔ کیا ابو جہل میرے ساتھ ہو گا۔ یہ رویا عکرمہ کے مسلمان ہو جانے سے پورا ہوا۔ کیونکہ بعض اوقات رویا میں باپ سے مراد بیٹا بھی لیا جاتا ہے۔ پس ایسے مخالف کے بیٹے کا خدمت اسلام میں اس طرح جان دینا کہ سر سے پیر تک تمام جسم زخموں سے چور تھا۔ اور ادھر ایسے شخص کا جس نے آپ کی مدد کے لئے خطرناک مصائب برداشت کیں۔ محروم رہنا بتاتا ہے۔ کہ اس انتخاب میں بندے کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ پس اپنی مرضی کے خلاف چلتے ہوئے دوستوں کے متعلق زیادہ ضروری ہے۔ کہ احتیاط سے کام لیا جائے۔ تاکہ کسی قسم کا فساد پیدا نہ ہو۔ چونکہ

اللہ تعالیٰ کی رضاء

یہی ہے۔ اور اس نے ہی ہمیں ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے۔ اس لئے اسی مرضی کے خلاف چلنے کی کوشش کرنا کبھی بھی موجب فلاح نہیں ہو سکتا۔

بہت سے نادان جماعت میں اس لئے فتنہ پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ ان کے کسی رشتہ دار سے کسی احمدی کا کوئی جھگڑا ہوتا ہے وہ یہ نہیں سوچتے۔ کہ اگرچہ وہ ان کا بھائی ہے۔ لیکن احمدی کو خدا تعالےٰ نے ان کا بھائی بنایا ہے۔ اور

خدا تعالےٰ کے بنائے ہوئے بھائی

پر ماں باپ یا رشتہ کے بھائی کو مقدم کرنا ایسی نامعقول بات ہے جسے ایک مومن ایک منٹ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا پس اپنے معاملات اور سلوک میں ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ

خدا تعالیٰ کے فضل

نے ہمیں آپس میں بھائی بھائی بنایا ہے۔ اس لئے آپس میں اس قدر محبت رکھنی چاہیئے۔ کہ سب کے دل اسی طرح جمع ہوں جس طرح ظاہری طور پر تمام جمعہ کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ ہمارے قلوب صاف ہوں۔ اور ہمارے دل ان لوگوں کی محبت سے بھرپور ہوں۔ جن کو خدا تعالےٰ نے ہمارا بھائی بنایا۔

وائسرائے ہند کی ٹرین پر بم کا حادثہ

جماعت احمدیہ کیطرف سے پیغام ہمدردی

۲۳ دسمبر وائسرائے ہند کی سپیشل ٹرین کو بم کا حادثہ پیش آیا گاڑی اسوقت سٹیشن نظام الدین اور دہلی کے درمیان تھی۔ کھانے کی گاڑی کو نقصان پہنچا۔ اور ایک آدمی زخمی ہوا۔ معلوم ہوا ہے کہ بم پھینکا نہیں گیا تھا۔ بلکہ لائن پر رکھ دیا گیا تھا۔ گاڑی کو کافی دھکا لگا۔ سخت کہر چھائی ہوئی تھی جس کی وجہ سے فی الفور موقع واردات پر تحقیقات نہ ہو سکی۔ لیکن بعد میں جب کہر آہستہ آہستہ غائب ہو گئی۔ تو حقیقت حال معلوم ہوئی۔ اسوقت گاڑی پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہی تھی۔ وہ انجن جو وائسرائے کی سپیشل ٹرین کے آگے آگے راہنمائی کے طور پر ہوتا ہے سلامتی سے گزر گیا۔ لیکن جسوقت وائسرائے کی سپیشل اس مقام پر پہنچی۔ تو بم پھٹ پڑا۔ یقینی طور پر ایک برقی تار کا بم کیساتھ وابستہ تھا۔ اور قیاس اغلب یہ ہے کہ بم پھٹنے کا حادثہ اس مقام ہو دو تین سو گز کے فاصلہ پر ایک بٹن دبانے کے ذریعہ سے عمل میں آیا۔ گاڑی میں سخت دھماکا محسوس ہوا۔ دو ڈبوں کو بہت سخت نقصان پہنچا۔ کھڑکیوں کے شیشے ریزہ ریزہ ہو گئے۔ لیکن گاڑی بغیر رُکنے کے بڑھتی چلی گئی۔ اور ٹھیک مقررہ وقت پر دہلی پہنچ گئی لائن کا ایک ٹکڑا اُڑ گیا اور ٹیڑھا ہو گیا۔ اس حادثہ پر ۲۴ دسمبر ناظر صاحب امور خارجہ جماعت احمدیہ نے حسب ذیل ہمدردی کا تار بھیجا۔

ہز ایکسیلنسی وائسرائے کی زندگی پر نہایت قابل مذمت اور بزدلانہ حملہ کی خبر نے جماعت احمدیہ اور اسکے امام کو نہایت سخت صدمہ پہنچایا ہے۔ ہندوستان کی بہبودی کیلئے وائسرائے کی بے مثل خدمات کے پیش نظر اس حملہ کی ہندوستان کے تمام سچے خیر خواہوں کی طرف سے شدید مذمت ہونی چاہیئے کیونکہ یہ فعل ایک نہایت وحشیانہ ذہنیت کا مظاہرہ ہے۔ اور وہ لوگ جو اس مکروہ فعل کیلئے ذمہ وار ہیں ہندوستان کے بدترین دشمن ہیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے ہز ایکسیلنسی وائسرائے اور وزیر ہند کو تار ارسال کئے۔ جن میں اس ناگوار حادثہ پر غم وغصہ کا اظہار کیا ہے۔

جلسہ سالانہ کے انتظامی صیغہ جات

خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے سالانہ جلسہ کا انتظام جس قدر وسعت پذیر ہو چکا ہے۔ اس کا اندازہ ان صیغہ جات سے لگایا جا سکتا ہے جو ایام جلسہ میں دن رات اپنے اپنے متعلقہ فرائض نہایت سرگرمی اور تندہی کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں۔ ۱۹۲۹ء کے جلسہ سالانہ کے لئے جو صیغہ جات مقرر کئے گئے۔ ان کے نام یہ ہیں:

(۱) دفتر افسر جلسہ۔
(۲) دفتر افسر سٹیج۔
(۳) انتظام ملاقات حضرت اقدس۔
(۴) سٹور۔
(۵) ناظم جلسہ۔
(۶) ناظم سٹور۔
(۷) انتظام مہمان نوازی۔
(۸) استقبال امرتسر بٹالہ۔
(۹) استقبال قادیان۔
(۱۰) انتظام صفائی برتن۔
(۱۱) انتظام مکانات۔
(۱۲) انتظام روشنی
(۱۳) انتظام صفائی۔
(۱۴) انتظام آب رسانی۔
(۱۵) انتظام اجرائے پرچی خوراک۔
(۱۶) انتظام پہرہ لنگر خانہ۔
(۱۷) انتظام دیگ۔
(۱۸) انتظام تنور۔
(۱۹) انتظام تقسیم روٹی۔
(۲۰) " " سالن
(۲۱) " " پرہیزی۔
(۲۲) انتظام بازار۔
(۲۳) طبی انتظام۔
(۲۴) انسپکٹر۔
(۲۵) منتظم مستورات۔
(۲۶) افسر سپلائی۔

یہ اندرون قصبہ کے صیغہ جات تھے۔ جن میں سے پہلے تین صیغے چھوڑ کر باقی تمام صیغے بیرون قصبہ میں بھی قائم تھے۔ ہر ایک صیغہ کا الگ الگ افسر اس کا نائب اور متعدد معاونین مقرر تھے۔

ان کے علاوہ جہاں جہاں مہمان ٹھہرائے جاتے ہیں۔ وہاں ایک مہمان نواز ایک مہمانوں کا نمائندہ ایک مانیٹر اور کئی معاونین مامور کئے جاتے ہیں۔ اندرون قصبہ میں ۴۰ ایسے وسیع مکانات تھے۔ جہاں یہ انتظام تھا۔ اور بیرون قصبہ ۱۶۔ علاوہ ازیں جو مہمان لوگوں کے گھروں میں ٹھیرے ہوئے تھے ان کی خدمت کا فرض گھر والے ادا کرتے تھے۔

مردوں کے علاوہ عورتوں کے متعلق بھی وسیع انتظامات کئے گئے تھے۔

جو مکانات عورتوں کی رہائش کے لئے مخصوص کئے گئے تھے۔ اُن کے لئے عورتیں ہی مہمان نواز مقرر کی گئیں۔ انتظام روشنی۔ انتظام صفائی برتن۔ انتظام آب۔ انتظام تقسیم کھانا۔ صفائی۔ سٹور ان سب کاموں پر عورتیں متعین تھیں۔

جلسہ کے تمام انتظامات کے متعلق افسر صاحب جلسہ نے کارکنوں کے لئے آٹھ صفحہ کی تحریری ہدایات جاری کیں اور مہمانوں کی خدمت گذاری پر خاص طور سے زور دیتے ہوئے لکھا۔

مہمان نوازی کے عظیم الشان خلق دکھانے کا یہ ایک خاص موقعہ جماعت قادیان کو ملتا ہے۔ اس موقعہ پر ہمیں واجب ہے۔ کہ اپنی آسائش یا فائدے کے خیال کو اپنے بھائیوں کی آسائش یا فائدے پر قربان کر دیں۔ آپ ان دنوں جتنی تکلیف اپنے اوپر گوارا کرینگے۔ اسی قدر دعائیں بہت سے دلوں سے آپ کے لئے نکلیں گی پس ان ایام میں دن رات اپنے اوپر لازم قرار دیکر پورے جوش سے کام کر کے اپنے بھائیوں کو خوش کریں اللہ تعالےٰ آپ کے اجر کو ضائع نہیں کریگا۔ انشاء اللہ۔

مسافر کو خواہ کتنا ہی آرام دیا جائے پھر بھی اسے بہت تکالیف اُٹھانی پڑتی ہیں پھر آپ سوچ لیں۔ کہ ایسے اجتماع کے موقعہ پر جہاں مکان اور کھانے کا کافی انتظام ہونا بھی مشکل ہے ہم کہاں تک آرام دے سکتے ہیں۔ پس ایسی تکلیف کی حالت میں اگر کوئی سختی بھی کسی مہمان کی طرف سے ہو۔ تو اسے وسعت قلبی کے ساتھ برداشت کرنا چاہیئے۔ اور کسی قسم کی سختی مہمان کے ساتھ جائز نہ رکھنا چاہیئے۔ خواہ کچھ بھی ہو۔

جو کام اس موقعہ پر آپ کے سپرد کیا جائے اُسے ہر حال میں کرنا چاہیئے۔ اور جو بھی افسر آپ پر مقرر کیا گیا ہے اس کی پوری فرمانبرداری کرنا اپنے اوپر لازم کر لیں۔ انتظام کی خاطر خواہ کیسی مشکلات اس موقعہ پر پیش آئیں اور کیسے ہی خلاف طبیعت امور واقع ہوں اپنے فرائض کو پوری مستعدی سے ادا کرتے رہیں۔ جب تک کہ اسے کسی دوسرے کے سپرد کر کے آپ کو سبکدوش نہ کر دیا جائے۔

الحمد للہ کہ تمام کارکنوں نے نہایت ہی جانفشانی سے اپنے اپنے متعلقہ فرائض ادا کئے اور مہمانوں کو آرام پہنچانے کے لئے اپنی کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ خدا تعالےٰ انہیں جزائے خیر اور اجر عظیم بخشے۔ آمین۔

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

انسان کا دل جس سے مراد میری اس کی قوت متفکرہ

ہے- اور جس سے مراد میری وہ باریک تعلق روح کا ہے جو انسانی دل سے روحانی طور پر ثابت ہے- چونکہ زبان کے محاورہ میں اسے دل کہا جاتا ہے- اس لئے ہم زبان کے محاورہ کے لحاظ سے اسی طرح کلام کرنے پر مجبور ہیں- خواہ یہ سائنس کے انکشاف کے خلاف ہی ہو- زبان کے محاورات یا اصطلاحات کا تبدیل کرنا آسان نہیں ہوتا- کیونکہ ایسا کرنے سے بسا اوقات انسان کے خیالات متفرق و منتشر ہو جاتے ہیں- لوگ ایک خاص لفظ کو ایک خاص مفہوم میں سننے کے عادی ہوتے ہیں- اور جب اس کے خلاف بیان کیا جائے- تو انہیں دھوکہ لگ جاتا ہے- پس میں اس بحث میں پڑنے کے بغیر کہ قوت متفکرہ کا تعلق دل سے ہے- یا دماغ سے- محاورہ زبان کے مطابق چونکہ انسانی فکر کے لئے دل کا لفظ ہی بولا جاتا ہے- اس لئے میں بھی یہی لفظ استعمال کرونگا- تو انسانی دل یعنی جسم کا وہ حصہ جو مختلف قسم کے امور کے متعلق غور کرتا ہے- یا نیکی اور بدی میں شناخت کرتا ہے- اچھے برے اثرات قبول کرتا ہے- یا وہ حصہ جس کے ساتھ اس کی روح کا تعلق ہے- اور جس کے ذریعہ وہ اپنے منشا کو پورا کرایا کرتی ہے- اس کے متعلق عام طور پر لوگوں میں یہ احساس پایا جاتا ہے- کہ وہ

ایک ہی قسم کی خاصیت

رکھنے والی چیز ہے- مثلاً جیسے کشمین کا لفظ بولنے سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ ایک مفرد چیز ہے- اسی طرح جب دل یا دماغ کا لفظ بولا جاتا ہے- تو اسے بھی عام طور پر لوگ ایک مفرد چیز خیال کر لیتے ہیں- اور اسی کے مطابق اس کے متعلق اپنے ذہن میں اچھے یا برے اندازے کر لیتے ہیں- جس طرح کھیتوں میں سے کسی کھیتی کے بیج کا نام لیتے ہی ایک زمیندار یا باغبان کے دل میں اس کے متعلق تمام باتیں پھر جاتی ہیں- اور وہ فوراً سمجھ لیتا ہے- کہ یہ بیج فلاں موسم میں بویا جاتا ہے- اس طرح اس کی غور پرداخت کی جاتی ہے- فلاں موقع پر پانی دیا جاتا ہے- ہم جس وقت گیہوں یا خربوزہ کا نام لیتے ہیں- تو ایک زمیندار کے ذہن میں فوراً اس کی مختلف حالتیں پھر جاتی ہیں- اسی طرح دل کا لفظ سنکر اس کی مختلف کیفیتیں لوگ ذہن میں لے آتے ہیں- مثلاً یہ کہ دل پر فلاں بات کا اثر ہوتا ہے- یا دل کے لئے فلاں بات اچھی یا فلاں بات بری ہے- حالانکہ

دل کی مثال

بیج کی نہیں- بلکہ زمین کی ہے- اور بیج کا تعلق زمین سے نہیں ہوتا- بلکہ موسم سے ہوتا ہے- یہ نہیں ہوسکتا- کہ کسی زمین میں ایک بیج خواہ کسی وقت اور کسی موسم میں بو دیا جائے وہ اگ آئیگا- زمین میں بیج وہی اگتا ہے- جو خاص موسم میں جو اس بیج کے لئے مخصوص ہے- بویا جائے- زمین سے اس کا تعلق نہیں ہوتا- ہاں میدانی یا پہاڑی زمین میں یہ فرق ہوتا ہے- کہ میدان میں جو فصلیں سردیوں میں ہوتی ہیں- پہاڑی علاقہ میں عام طور پر گرمیوں میں ہوتی ہیں- کیونکہ وہاں گرمیوں میں وہی کیفیت ہوتی ہے- جو میدان میں سردیوں میں ہوتی ہے- اور سردیوں میں چونکہ وہاں برف پڑتی ہے- اس لئے کوئی فصل نہیں ہوتی- تو سوائے اس کے زمینوں میں اور کوئی ایسا فرق نہیں ہوتا- جس کی بناء پر یہ کہا جاسکے- کہ فلاں علاقہ یا فلاں گاؤں میں ہر قسم کے بیج بھادوں یا چیت میں ہی اگ آتے ہیں- کیونکہ

ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ موسم

ہیں- کوئی کسی موسم میں اگتا ہے- اور کوئی کسی میں- اور ہر ایک کے لئے مخصوص طریقے استعمال کئے جاتے ہیں- خاص خاص موقعہ پر پانی دیا جاتا ہے- خاص قسم کا میلا ان میں ڈالا جاتا ہے- کسی میں انسانی نجاست ڈالنا مفید ہوتی ہے- کسی میں جانوروں کا گوبر- پھر کسی میں پتیوں وغیرہ کو جلا کر ان کی راکھ اور کسی میں ہڈیوں کا چورہ ڈالا جاتا ہے- اور زمین کے اچھے یا برے ہونیکا سوال اس سے بالکل علیحدہ ہے- کہ مختلف بیج کن حالتوں میں بوئے جاتے ہیں- یہی حال دل کا ہے- دل کی مثال بیج کی نہیں- بلکہ زمین کی ہے- اور اس بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں- اور اسی وجہ سے وہ صراط الذین انعمت علیھم سے ہٹ کر غیر المغضوب علیھم ولا الضالین میں گر جاتے ہیں- ان کے قلوب بعض دفعہ ایسی باتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں- جن سے دوسرا ہرگز نہ ہوسکتا- اسی لئے قرآن شریف میں صراط الذین انعمت علیھم کی دعا مانگنے کے لئے کہا گیا- حالانکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات موجود تھی- اور آپ سے بڑھ کر کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا- پھر قرآن نے یہ کیوں نہ کہا- کہ

صراط محمدؐ کی دعا

مانگو- اس کی وجہ یہ ہے- کہ ہر شخص اپنے رنگ میں ایک علیحدہ خاصیت رکھتا ہے- اور اس کی طبیعت کا ایک خاص میلان ہوتا ہے- مگر محمدیت جامع ہے تمام کمالات کی- اور جب تک جامعیت حاصل نہ ہو- محمدیت حاصل نہیں ہوسکتی- اس لئے صراط الذین انعمت علیھم فرمایا- صراط محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ فرمایا- حالانکہ محمدیت میں بھی سب چھوٹے بڑے درجے موجود ہیں- شہید ہیں- صلحاء ہیں- صدیق ہیں- اور انبیاء ہیں- پھر انبیاء میں سے بھی بعض کو بعض پر فضیلت ہے- اور حقیقت تو یہ ہے- کہ اگر [illegible] انبیاء میں نہ ہوتی- تو اس قدر انبیاء کی ضرورت بھی نہ ہو[illegible] خدا تعالے دنیا میں دو چیزیں ایک سی پیدا نہیں کیا کر[illegible] چیز کی پیدائش ایک ہی ہوتی ہے- اور گو جنس میں فرق نہ ہو- لیکن افراد میں ضرور فرق ہوگا- اگر بعض جگہ ظاہری شکل میں نہیں- تو ان میں باطنی فرق ضرور ہوگا- غرضکہ دنیا میں

کوئی دو چیزیں

ایسی نہیں- جن میں ظاہراً و باطناً کوئی فرق نہ ہو- اگر پھلوں کا رنگ ملتا ہے- تو خواص میں فرق ہوگا- اگر خواص ملتے ہوں- تو مزے میں فرق ہوگا- اور اگر مزا ایک سا ہو- تو تاثیر یکساں نہیں ہوگی- غرضکہ اللہ تعالے کسی بات کو دہرایا نہیں کرتا- جب کوئی چیز پیدا کرتا ہے نئی پیدا کرتا ہے- اس کی ذات اس سے بالا ہے کہ اسی چیز کو پھر لائے- اس لئے اللہ تعالے نے کبھی کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا- جو پہلے کے ہو بہو مطابق ہو- نادان لوگ

تمثیل کا لفظ

پڑھکر کہدیتے ہیں- اس میں فلاں بات دیسی نہیں- مثلاً قرآن کریم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا- کما ارسلنا الی فرعون رسولا- تو اعتراض کر دیا- یہ عصا کا سانپ کیوں

نہیں بنا کر دکھاتا۔ حضرت مسیحؑ کی مماثلت کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مردے زندہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ اس بحث اس بحث کو جانے دو۔ کہ ان کا مردے زندہ کرنا کن معنوں میں تھا۔ اس سے قطع نظر کر کے بھی ضرور تھا۔ کہ

مشابہت کے باوجود اختلاف

ہوتا۔ یہ کہنا۔ کہ جو کچھ اس نے کیا۔ وہی یہ بھی کرے۔ خدا تعالےٰ کی قدرت اور اس کی صفات پر حملہ ہے۔ اس کی ذات سے ہر چیز مختلف آتی ہے۔ انبیاء، صلحاء، شہداء سب مختلف درجے رکھتے ہیں غرض کوئی دو انسان ایسے نہیں مل سکتے۔ جو ہر رنگ میں ایک سے ہوں۔ ضرور ہے۔ کہ ان میں فرق ہو۔ کیونکہ انسان مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ اور ان کے میلانات طبع ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ ہوتے ہیں۔ کوئی کسی سے ملتا ہے۔ اور کوئی کسی سے۔ لیکن جیسے آم یا گیہوں میں اختلاف ہونے کے باوجود ان میں بعض باتیں مشترک بھی ہوتی ہیں۔ جیسے کہ خاص موسم میں بوئے جاتے ہیں۔ خاص قسم کا کھاد ڈالا جاتا ہے۔ اور خاص وقت پر پانی دیا جاتا ہے۔ گویا باوجود اختلاف کے

بعض باتوں میں اشتراک

بھی نظر آتا ہے۔ یہی حال انسانوں کا ہوتا ہے۔ مگر باوجود اس کے میلان کا اختلاف موجود ہے۔ ہر ایک کا رنگ جدا اور طبیعت علیحدہ ہے۔ اور یہ ہونا بھی چاہیے تھا۔ کیونکہ اگر ایک ہی رنگ ہوتا۔ تو دنیا ہدایت سے محروم رہ جاتی۔ کیونکہ کسی انسان میں محمدی میلان ہے۔ کسی میں موسوی۔ اور کسی میں عیسوی کسی میں ابراہیمی اسی لئے جہاں میلان کا سوال تھا۔ وہاں اللہ تعالےٰ نے صراط الذین انعمت علیھم فرمایا۔ اور جہاں اتباع کا سوال تھا یہ فرمایا۔ ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔ یعنی تم اس کے نقش قدم پر چلکر جس سے تمہارا میلان طبع ملتا ہے۔

محمدؐ کے ہم نقش

ہو جاؤ۔ جس طرح لوگ ایک اکسیر بناتے ہیں۔ جس میں ہر قسم کی طبائع کو ملحوظ رکھکر دوائیں ڈالی جاتی ہیں۔ جو دموی۔ صفرائی بلغمی ہر قسم کے مزاج والوں کو فائدہ دیتی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی سورہ فاتحہ بھی ایک اکسیر ہے۔ جس کے اندر سب مزاج والوں کے لئے فائدہ اٹھانے کی تاثیر رکھی گئی ہے۔ صراط الذین انعمت علیھم میں یہ سکھایا گیا ہے۔ کہ اے خدا میرے

میلان کے لحاظ سے

جو قریب ترین رستہ ہے۔ اسی پر مجھے لے چل۔ اور پھر آگے جس جس سے میلان ملتا جائے۔ ان کے رستے پر چلنے کی توفیق دے جس طرح مفرد سے مرکب اور مرکب در مرکب بنا لئے جاتے ہیں یا جیسے پہلے ایک آدمی کا بدن ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اور وہ اسے گرم کرتا ہے۔ تو پھر زیادہ گرم ہو جانے سے اسے دوبارہ ٹھنڈی ہوا کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یا جیسے ایک شخص کو بلغم کا غلبہ ہوتا ہے۔

اور پھر جب بلغم نکال دیا جائے۔ تو کسی اور مرض کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح روحانی مزاجوں کا حال ہوتا ہے۔ ایک شخص عیسوی مزاج رکھتا ہے۔ اس کے لئے انعمت علیھم کے معنے

عیسوی رستہ

ہونگے۔ لیکن جب اس پر چلتے چلتے اس کے اندر دوسری حالت پیدا ہو جائے گی۔ تو پھر اس کے معنے اس کے لئے موسوی رستہ ہو جائینگے۔ پھر اسی طرح حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رستہ کے ہو جائینگے۔ اسی وجہ سے صراط الذین انعمت علیھم رکھا گیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں لیا۔ کیونکہ سب لوگ ابتدائی حالت میں اپنے اندر جامعیت نہیں رکھا کرتے۔ ان کے خواص محدود ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ

جامع انسان کے تمام کمالات

جذب نہیں کر سکتے۔ اس لئے کسی خاص رنگ کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ بلکہ یہی فرمایا۔ جس سے مشابہت ہو۔ اسی رنگ کی پیروی کر لی جائے۔

تیسرا مطلب اس سے یہ ہے۔ کہ دل کا لفظ بہت دھوکہ دینے والا ہے۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ

دل زمین کا نام ہے۔

بیج کا نہیں۔ بیج اس کے لئے مختلف ہوتے ہیں۔ جو اپنے اپنے موسم میں ہی اس کے اندر نشو و نما پا سکتے ہیں۔ انسانی قلوب کے موسم دنیوی موسموں کی طرح نہیں ہوتے۔ جن کا اثر ایک وقت میں ہر جگہ ایک ہی قسم کا ہوتا ہے۔ بلکہ ہر قلب کے لئے الگ موسم ہوتا ہے۔ ایک شخص کے دل پر جس وقت بھادوں والی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اسی وقت دوسرے کے دل پر ساون یا چیت کی کیفیت ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ دنیا میں کوئی شخص جس وقت ہنس رہا ہوتا ہے۔ دوسرا رو رہا ہوتا ہے۔

فرض کر لو۔ دل کے اس موسم کا نام جس میں نیک بات کا اثر اس پر ہوتا ہے۔ ساون رکھ لیا جائے۔ تو یہ کیفیت جس انسان کے قلب کی ہوگی۔ اس پر تو ایک نیک بات فوراً اثر کر جائیگی لیکن ایک دوسرا شخص جو بظاہر نیکی میں پہلے شخص سے بڑھا ہوا ہو۔ لیکن اس کی قلبی کیفیت ساون کی نہیں۔ بلکہ بھادوں کی ہو۔ وہ اس بات کو سنکر کوئی اثر قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ

ساون میں بھادوں کی کھیتی

نہیں اگ سکتی۔ تو دل بہت بڑی تنوع رکھتا ہے۔ اور مختلف حالتوں میں اس پر مختلف اثرات ہوتے ہیں۔ دل تو دل مادیات میں بھی اثر قبول کرنے کا مادہ ہوتا ہے۔ ایک موقع پر ایک انگریزی فوج ایک پل پر سے گذر رہی تھی۔ فوج کے آگے آگے باجہ بجتا جاتا تھا۔ اور جوش انگیز گیت گائے جاتے تھے تا سپاہیوں میں جوش پیدا ہو۔ اس وقت پل یک لخت گر گیا۔ اور بہت سے آدمی دریا میں گر کر ہلاک ہو گئے۔ بعد میں تحقیقات سے معلوم ہوا۔ کہ مادیات میں بھی خاص قسم کی حرکتیں ہوتی ہیں۔ اور جس وقت باہر کی سریں ان

کی اندرونی حرکتوں سے مشابہ ہو جائیں۔ تو ان میں ایک

سرور کی حالت

پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسی سرور کی وجہ سے ہی حرکت میں آکر وہ پل گر گیا۔ ایسی کیفیات جانوروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اور مادے میں بھی۔ گو مادہ کی ایسی باریک ہوتی ہیں۔ کہ ان کا سمجھنا آسان نہیں ہوتا۔ اور جانوروں کی نسبتاً آسانی سے سمجھی جا سکتی ہیں۔ سانپ بین پر ناچنے لگ جاتا ہے۔ لیکن اس کے لئے بھی خاص سریں ہوتی ہیں جنہیں سپیرے ہی جانتے ہیں۔ نیز وہ یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ فلاں قسم کا سانپ کونسی سُر پر ناچتا ہے۔ کوئی دوسرا اگر بین بجائے۔ تو اس کا سانپ پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ تو قلب کی جو کیفیت ہو۔ جب اس کے مشابہ چیز اس کے سامنے آئے۔ وہ اسے فوراً قبول کر لیتا ہے۔ اس

ایک نکتہ

کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے نیک لوگ بھی نیکی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اور بڑے بڑے مضبوط ایمان والے بھی چھوٹی سی بات سے ابتلاء میں پڑ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس بات کو مدنظر نہیں رکھتے۔ کہ قلب کی کونسی کیفیتیں کونسے گناہوں میں انسان کو مبتلاء کر دیتی ہیں۔ اگر وہ زمیندار کے بیج کا مطالعہ کرنے کی طرح دل کا مطالعہ کرتے اور یہ دیکھتے۔ کہ زمیندار اس وقت بیج ڈالتا ہے۔ جب وہ سمجھتا ہے کہ یہ اگ آئیگا۔ اسی طرح

قلب کی کیفیات

ہوتی ہیں۔ اور اس پر بھی خاص وقت میں خاص بات کا اثر فوراً ہو جاتا ہے۔ تو بہت فائدہ اٹھا سکتے۔ طبائع کا میلان نیکی اور بدی پر بہت اثر رکھتا ہے۔ ایک وقت انسان پر ایک بڑی سے بڑی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ لیکن دوسرے وقت ایک ادنیٰ سی بات سے متاثر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس وقت اس کے قلب کی ایسی کیفیت ہوتی ہے۔ کہ جس میں وہ خاص بیج پڑنا مفید ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اچھا لیکچرار اپنی تائید میں مختلف دلائل دیا کرتا ہے۔ صرف وہی پیش نہیں کرتا جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ مضبوط ہو۔ کیونکہ ہر انسان پر ایک ہی دلیل اثر نہیں کرتی۔ بلکہ مختلف لوگوں کے لئے مختلف دلائل اثر رکھتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فلما توفیتنی والی آیت کو وفات مسیحؑ کے لئے

سب سے مضبوط دلیل

قرار دیتے تھے اور اسکو اصل اور باقی کو اسکے تابع قرار دیتے تھے لیکن بیسیوں لوگ ایسے ہیں جن پر اسکا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ایسے سامنے یہ بات پیش کی جائے۔ کہ کیا یہ شرم کی بات نہیں۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو زمین میں مدفون ہوں۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر ہوں۔ تو وہ فوراً متاثر ہو جائیں گے۔ ان پر اس وقت

جذباتی رنگ

ہوتا ہے۔ اور محبت رسول کا جذبہ غالب آیا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے اس وقت وہ بیج کا کام دے جاتا ہے۔ لیکن اگر یہی دلیل ایک

دوسرے آدمی کے سامنے پیش کی جائے۔ جس کے قلب کی وہ حالت نہ ہو۔ تو وہ فوراً کہدیگا۔ میں سمجھ گیا آپ میرے جذبات بھڑکا کر دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کے سامنے جب فلسفیانہ والی دلیل پیش کی جائے۔ تو فوراً اس کی آنکھیں نیچی ہو جائیں گی۔ اس لئے اچھا خطیب وہی ہے۔ جو ایک ہی دلیل پیش نہیں کرتا۔ کیونکہ ضروری نہیں۔ کہ تمام سامعین کی قلبی کیفیات اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مختلف لوگوں کے لئے مختلف دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ پلاؤ ایک اچھی غذا ہے۔ لیکن کئی لوگ اس کے کھانے سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ خود مجھے چاول کھانے سے بخار ہو جاتا ہے۔ دعوت کے موقعہ پر مجھے بہت مشکل پیش آتی ہے۔ اگر کوئی چیز نہ کھاؤں۔ تو میزبان خیال کرتا ہے کہ شاید میرے کھانے میں کوئی نقص ہے۔ اور وہ خواہ مخواہ دکھ اور قلبی اذیت محسوس کرتا ہے۔ اس کے احساسات کا لحاظ رکھتے ہوئے چاول کھانے ہی پڑتے ہیں۔ لیکن اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ اگر وہ دعوتیں اکٹھی ہو جائیں۔ تو ضرور اور اگر ایک ہو۔ تو عام طور پر مجھے بخار ہو جاتا ہے۔ تو میں عام طور پر چاول نہیں کھا سکتا۔ اگرچہ کبھی کھا بھی لیتا ہوں۔ لیکن وہ حالت خاص ہوتی ہے۔ جب انسان سمجھتا ہے۔ کہ اگر یہ چیز کھالی۔ تو ہضم ہو جائے گی۔ اسی طرح اچھی دلیل کے یہ معنے نہیں۔ کہ ہر وقت وہی ایک دلیل سب کی سمجھ میں آجائے۔ میں نے خاص طور پر اس کا مطالعہ کیا ہے۔ بعض لوگ ایک وقت ایک دلیل سے متاثر ہوتے ہیں۔ دوسرے وقت دوسری اور تیسرے وقت تیسری سے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ

مختلف اوقات میں مختلف حالتیں

انسان کی ہوتی ہیں۔ میں نے اس کا گہرا مطالعہ کیا ہے بعض اوقات ایک مخلص آدمی یہ خیال کرتا ہے۔ کہ ... نے مجھ پر اثر کیا ہے ضروری ہے۔ کہ دوسرے پر بھی اثر کرے۔ لیکن وہ نہیں کرتی۔ کیونکہ اس پر اثر کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ اس کی قلبی کیفیت اس سے مشابہ تھی۔ اسی طرح نیکیوں کا حال ہے۔ ایک شخص محض چندہ دینے کی وجہ سے دوسرے کی نیکی کا قائل ہوتا ہے۔ لیکن وہ جب دوسرے سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ تو وہ کہدیتا ہے۔ چھوڑو جی چندہ کا کیا ہے۔ نماز تو وہ پڑھتا نہیں لیکن ایک دوسرے شخص کے سامنے اگر کہو۔ کہ فلاں آدمی نمازیں بہت پڑھتا ہے۔ تو وہ فوراً کہدیگا۔ کہ نماز پڑھنے کا کیا ہے۔ جب چندہ نہیں دیتا۔ تو اسے کس طرح مخلص کہا جاسکتا ہے۔ غرضکہ کوئی چندہ کی خوبی سے متاثر ہوتا ہے۔ اور کوئی نماز سے مختصر یہ کہ

انسانی میلان

مختلف اوقات میں مختلف ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے ایک وقت کوئی بات ان پر اثر کرتی ہے۔ اور دوسرے وقت کوئی اور۔ یہی وجہ ہے۔ کہ صراط الذین انعمت علیہم فرمایا۔ اور محمد رسول اللہ کا رستہ نہیں کہا۔ اور اسی طرح غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فرمایا۔ کسی اشد ترین دشمن کا نام نہیں لیا۔ حالانکہ آسانی سے شیطان کا نام لیا جاسکتا تھا۔ مگر نہیں۔ انسان دراصل شیطان کی بھی اتباع نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے میلان کی پیروی کرتا ہے۔ اسی وجہ سے نیکی میں

بڑھنے کے لئے صراط الذین انعمت علیہم اور برائیوں سے بچنے کے لئے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فرمایا جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ یا الٰہی جس نیکی سے میرے قلب میں میلان ہو۔ اس کی توفیق دے۔ اور جس مغضوبیت سے میرے اندر مشابہت ہو۔ اس سے مجھے محفوظ رکھیو۔

دیکھو قرآن شریف نے کیا ہی

لطیف اور جامع رنگ

اختیار کیا ہے۔ جہاں تو میلان کا سوال نہیں۔ وہاں کہا قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔ لیکن جہاں میلان کا تعلق تھا۔ وہاں صراط الذین انعمت علیہم کے

جامع الفاظ

رکھدیئے ہیں۔ کیونکہ انسان کا میلان اس کی اپنی مرضی سے نہیں ہوتا۔ لیکن عمل اپنی مرضی سے ہوسکتا ہے۔ چونکہ میلان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس لئے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی استعانت کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن عمل میں بہت سا دخل انسان کی اپنی مرضی کا ہوتا ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے دل میں جو برا خیال پیدا ہو۔ اور وہ اس پر عمل نہ کرے تو نیکی ہو جاتی ہے۔ چونکہ دل کے خیال پر انسان کا دخل نہیں۔ اس لئے اس پر گرفت بھی نہیں۔ جب تک انسان اسے عملی جامہ نہ پہنائے۔ انسان عمل کرسکتا ہے۔ نماز پڑھ سکتا ہے۔ روزے رکھ سکتا ہے۔ حج کرسکتا ہے۔ زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں۔ کہ اس کے اندر

چاروں کیلئے بشاشت

بھی پیدا ہو۔ ممکن ہے۔ وہ کرے تو چاروں ہی۔ لیکن بشاشت صرف ایک ہی سے پیدا ہو۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو عمل کے لئے مجبور کرسکتا ہے۔ بشاشت کے لئے نہیں۔ اس میں ادھر ہی چلیگا۔ جدھر میلان ہوگا۔ اس لئے جہاں میلان کا سوال تھا۔ وہاں قرآن کریم نے جمع کا صیغہ رکھا ہے۔ لیکن جہاں عمل کا تھا۔ وہاں واحد کا۔ یہ ایک

نہایت ہی لطیف مضمون

ہے۔ خطبہ کی طاقت نہیں۔ کہ اس کی تفصیلات کا متحمل ہو سکے۔ اس کے لئے ایک مستقل لیکچر کی ضرورت ہے۔ لیکن جو کچھ مختصراً بیان ہوا ہے۔ اس میں کم از کم ہر ایک کے لئے اتنا مسالہ ضرور موجود ہے۔ کہ وہ ہدایت پا سکے۔ اگرچہ اس کی جزئیات کو نہ سمجھ سکے۔ سورہ فاتحہ میں خدا تعالےٰ نے یہ ایک ایسا نکتہ رکھا ہے۔ کہ اسے سمجھ کر انسان

بہت سی ٹھوکروں سے

بچ سکتا ہے۔ بیسیوں بدظنیاں انسان صرف اس لئے کر لیتا ہے کہ جس وقت کوئی بات اس کے سامنے بیان کی جائے۔ اس وقت اس کی قلبی کیفیت اس کے قبول کرنے کے لئے تیار ہوتی ہے۔ ایک شخص سے اسے عداوت ہوتی ہے۔ اس کے متعلق اگر کوئی اسے بری بات کہے۔ تو وہ فوراً اسے مان لیتا ہے۔ لیکن اگر اس کے دوست کے متعلق وہی بات بیان کی جائے۔ تو فوراً کہدیتا ہے۔ لوگ جھوٹ بولا

ہی کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر بیان کرنے والا اس کا دوست ہو۔ تو کہتا ہے اسے کیا ضرورت تھی۔ کہ جھوٹ بولتا۔ لیکن اگر کوئی دوسرا ہو۔ تو کہدیتا ہے۔ اجی کیا اعتبار ہے۔ لوگ یونہی باتیں اڑا دیا کرتے ہیں۔ پھر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ وہی بات جو اگر براہ راست کوئی اگر اس سے بیان کرتا تو وہ اسے ہرگز قبول نہ کرتا۔ لیکن اگر راوی اس کے دوست سے بیان کرے۔ اور دوست اس سے متاثر ہو کر اس سے بیان کرے۔ تو اسے فوراً درست مان لیتا ہے جس طرح لوہا آگ سے گرم ہوتا۔ اور ہم لوہے سے گرم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات

بالواسطہ بدظنی

پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر براہ راست راوی اس کے پاس آتا۔ تو یہ اسے ٹھکرا دیتا۔ لیکن چونکہ دوست کا میلان اس سے ملتا ... دوست کا میلان اپنے دوست سے ملتا تھا۔ اس لئے یہ بھی بالواسطہ بدظنی کا شکار ہو جاتا ہے۔ انسان کو یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ اگر یہی بات میرے متعلق یا میرے دوست کے متعلق ہوتی۔ تو میں اس کے متعلق کیا خیال کرتا۔ اس پر وہ فوراً سمجھ جائیگا۔ کہ یہ کیفیت اس کے اندر محض میلان کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے۔ اس وقت دل کی ... مشابہ تھی۔ اس لئے یہ بدی دل کے اندر پیدا ہو گئی۔ یہی حال نیکی کا ہے جہاد کے وقت بعض لوگ مصلیٰ پر بیٹھے رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا میلان اس طرف ہوتا ہے۔ حالانکہ اس وقت

افضل عبادت

جہاد ہی ہے۔ ایک موقعہ جہاد پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ آج روزہ داروں سے بے روزہ بڑھ گئے۔ اس کی وجہ یہی تھی۔ کہ روزہ رکھنے والوں نے اپنے میلان کی وجہ سے روزہ رکھنے کو ہی افضل سمجھا جس سے ان کی طاقتوں میں کمی آگئی۔ لیکن روزہ نہ رکھنے والے تازہ دم ہونے کی وجہ سے ان سے زیادہ شجاعت سے جنگ کر سکے۔ تو نیکی بدی اس معاملہ میں دونوں یکساں ہیں۔ انسان کو یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ میرا میلان

قرآن کے مطابق

ہے۔ یا نہیں۔ اگر نہیں۔ تو اسے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اس کی نیکی نیکی نہیں۔ اور جسے وہ بدی سمجھتا ہے۔ وہ بدی نہیں۔ اصل گر قرآن کریم نے یہی اھدنا الصراط المستقیم میں بتایا ہے۔ اور اسی پر ہر میلان پرکھا جاسکتا ہے۔

میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ ہمیں باریک در باریک راہوں سے آنیوالی ٹھوکروں سے محفوظ رکھے۔ اور ایسی باتوں سے بچائے جو بسا اوقات ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ لیکن ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہیں۔ آمین۔

نماز باجماعت

مجھے قرآن شریف سے یہی معلوم ہوا ہے۔ کہ جس کو نماز باجماعت پڑھنے کا موقعہ ملے۔ اور وہ نہ پڑھے۔ تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

(الفضل [illegible])

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ظہور

نادر خاںؔ نادر شاہ ہو گیا،

از حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب بی اے،

انبیاء کے معجزات

انبیاء علیہم السلام کا سب سے بڑا معجزہ پیشگوئی ہے۔ بعض اوقات وہ بعض اور قسم کے معجزات بھی دکھاتے ہیں۔ مثلاً کھانے یا پانی کو برکت دیکر اس کی ایک تھوڑی سی مقدار۔ جو قلیل تعداد کے لئے بھی کافی نہ ہوسکتی تھی۔ اس سے بہت سے لوگوں کو سیر کر دینا۔ ایسے معجزات ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دکھائے۔ لیکن یہ درحقیقت عام پبلک کے لئے نہیں۔ بلکہ متبعین کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ تا وہ ایسے معجزات دیکھکر قدرت خداوندی پر اپنا ایمان مضبوط کرسکیں۔

پیش گوئی کا معجزہ

لیکن پیشگوئی کا معجزہ عام پبلک کے لئے ہوتا ہے۔ اور اس سے نہ صرف ہمعصر بلکہ آئندہ نسلیں بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ اسی معجزہ سے خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت دُنیا پر ظاہر کی۔ اور پھر اسی سے موجودہ زمانہ میں آپ کے عظیم الشان خلیفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ظاہر کرتا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سینکڑوں پیشگوئیاں کیں۔ جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ اور ابھی بہت سی ایسی ہیں۔ جو آئندہ زمانہ میں پوری ہونے والی ہیں۔ اس وقت میں آپ کی ایک پیشگوئی کا ذکر کروں گا۔ جو ابھی ابھی پوری ہوئی ہے لیکن قبل اس کے کہ میں اسے بیان کروں۔ مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے تین دلچسپ پہلو بیان کروں

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کی پہلی خصوصیت

پہلی بات جو ہمیں ان پیشگوئیوں کے متعلق نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان کے دائرہ میں تدریجی ترقی ہوتی رہی ہے۔ اور یہ دائرہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شہرت کی وسعت کے ساتھ ساتھ وسیع تر ہوتا گیا ہے۔ ابتدائی ایام میں جب آپ قادیان سے باہر معروف نہ تھے۔ آپ کی وہ پیشگوئیاں جو پوری ہوئیں۔ صرف مقامی امور سے تعلق رکھتی تھیں۔ پھر آہستہ آہستہ آپ کی شہرت پنجاب کے دوسرے مقامات پر شروع ہوئی۔ اور ساتھ ہی آپ کی پیشگوئیوں کا دائرہ بھی اسی نسبت سے وسیع ہو گیا۔ پھر ایک زمانہ آیا جب آپ کی شہرت اپنے صوبہ سے نکل ملک کے دوسرے حصص میں پھیل گئی۔ اس وقت آپ کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ جو ایسے امور کے متعلق تھیں۔ جن سے تمام ملک کو دلچسپی تھی۔ اور انجام کار ایک ایسا زمانہ آیا۔ جب آپ تمام دُنیا میں مشہور ہو گئے۔ اور اس زمانہ کی پیشگوئیاں ان امور کے متعلق ہیں۔ جو تمام دُنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ مذکورہ بالا ترتیب پیشگوئیوں کے اعلان میں نہیں۔ بلکہ ان کے پُورے ہونے میں پائی جاتی ہے۔ پیشگوئی سکےچار مدارج کے متعلق جو اُوپر بیان ہُوا ہے اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ ابتداء میں آپ صرف مقامی پیشگوئیاں ہی کرتے تھے۔ اور اس کے بعد ایسی پیشگوئیاں کرتے تھے۔ جو صرف اس صوبہ سے متعلق تھیں۔ جس میں آپ کا گاؤں واقع تھا۔ پیشگوئیوں کے اعلان میں ایسی کوئی ترتیب نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آپ کی ایک پہلی پیشگوئی ہی ایک ایسے امر کے متعلق تھی۔ جس کے پُورا ہونے میں کافی عرصہ درکار تھا۔ اور وہ یہ ہے:۔

"وہ تجھے برکت دے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

پس پیشگوئیوں کے اعلان میں کوئی ایسی ترتیب نہیں۔ بلکہ یہ ترتیب جس کی طرف میں نے اُوپر اشارہ کیا ہے۔ ان کے پُورا ہونے سے تعلق رکھتی ہے۔ پہلے جو پیشگوئیاں پوری ہُوئیں۔ وہ مقامی معاملات سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور اس کے بعد وہ جو صوبہ پنجاب کے لئے مُوجب دلچسپی ہوسکتی تھیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان پیشگوئیوں کے دائرہ میں حضرت احمد علیہ السلام کی شہرت کے ساتھ ساتھ ہی وسعت ہوتی چلی گئی۔

درحقیقت آپ خود کوئی پیشگوئی نہیں کرتے تھے۔ آپ دیگر انبیاء کی طرح غیب دانی کے مُدعی نہ تھے۔ بلکہ محض ایک انسان تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو رسالت کے لئے چُنا۔ اور وُہی آپ پر امُور غیبیہ کا اظہار کرتا تھا۔ تاکہ جب وہ باتیں پوری ہُوں۔ تو دُنیا جان سکے۔ کہ جس شخص پر یہ باتیں قبل از وقت ظاہر ہوئیں۔ وہ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اپنے دعوئے رسالت میں صادق تھا۔ پس حضرت احمد علیہ السّلام کا پیشگوئیاں کرنے میں کوئی دخل نہ تھا۔ آپ محض ایک آلہ تھے۔ جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ آئندہ ہونے والے واقعات کا اعلان دنیا پر کرتا تھا۔ اور جس طرح پیشگوئیاں بیان کرنے میں آپ کا کوئی دخل نہ تھا۔ اسی طرح ان کے پُورا ہونے میں بھی آپ کا کوئی دخل نہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے ہی آئندہ کے واقعات ظاہر کرتا تھا۔ اور وُہی انہیں اسی طرح ظہُور میں لاتا تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے ہی ایسا انتظام کیا۔ کہ پہلے وہ پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ جو مقامی تھیں۔ اور پھر صوبجاتی۔ اس کے بعد وہ تمام ہندوستان کے لئے دلچسپی کا موجب تھیں۔ اور بعد ازاں جو سارے دُنیا کے لئے دلچسپی کا موجب تھیں آپ کی پیشگوئیوں اور شہرت کے دائرہ کی وسعت میں یہ مطابقت بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔ اور اپنی ذات میں آپ کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔

یہاں اس بات کا اضافہ بھی غیر ضروری نہ ہوگا۔ کہ یہ ترتیب عام طور پر ان پیشگوئیوں میں پائی جاتی ہے۔ جو عام پبلک کے لئے کی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ بعض ایسی پیشگوئیاں تھیں۔ جو آپ کی ذات آپ کے خاندان اور آپ کے احباب سے ہی تعلق رکھتی تھیں۔ اور ایسی پیش گوئیاں کسی خاص وقت تک ہی محدُود نہ تھیں۔ بلکہ ان کا سلسلہ ساری عمر جاری رہا۔ اور ان کی صداقت آئندہ زمانوں میں بھی دیکھی جاسکے گی۔

پیشگوئیوں کی دُوسری خصوصیت

آپ کی پیشگوئیوں کا ایک دوسرا اہم پہلو یہ ہے۔ کہ وہ عام معاملات کے متعلق نہیں۔ بلکہ ایسے امُور کے متعلق ہیں۔ جو اپنے اندر خاص اہمیت رکھنے کی وجہ سے پبلک کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ سکتے اور گہری دلچسپی پیدا کرسکتے ہیں۔ یہ خصوصیت کسی خاص زمانہ کی پیشگوئیوں کے لئے خاص نہیں۔ بلکہ چاروں زمانوں کی پیشگوئیوں میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے۔ اس مضمون میں اتنی گنجائش نہیں۔ کہ میں اس دعوے کی تائید میں آپ کی پیش گوئیوں کو یہاں بیان کرسکوں۔ لیکن وہ خاص پیشگوئی جس کا میں اس مضمون میں ذکر کرونگا۔ بجائے خود اس دعوے کی ایک زبردست دلیل ہے۔

تیسری خصوصیّت

آپ کی پیشگوئیوں کی ایک تیسری خصوصیت یہ ہے۔ کہ ان میں بیان کردہ باتیں غیر معمُولی اور خلاف توقع طریقہ سے پُوری ہوکر رہتی ہیں۔ جب پیشگوئی کی جاتی ہے۔ تو ظاہراً اس کے پُورا ہونے کا کوئی سامان اور امکان موجود نہیں ہوتا۔ لیکن نئے حالات پیدا ہوجاتے ہیں۔ اور تمام امیدوں کے سراسر خلاف واقعات رونما ہوتے ہیں۔ اور پیشگوئی پوری ہو جاتی ہے۔

پچیس ۲۵ سال قبل کی ایک پیشگوئی

یہ تمام خصوصیات اس پیشگوئی میں پوری طرح نمایاں نظر آتی ہیں جو آپ نے ۳۰ مئی ۱۹۰۵ء کو یعنی قریباً پچیس سال قبل کی اور جس کے متعلق میں اس وقت ناظرین کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ۳ مئی ۱۹۰۵ء کی صبح کو آپ نے رویا میں حسب ذیل تحریر لکھی ہُوئی دیکھی:۔

"آہ۔ نادر شاہ کہاں گیا"

اس فقرہ کا استعمال دو طرح ہوسکتا ہے۔ اوّل ایسے موقعہ پر فقرہ بولا جاسکتا ہے۔ جب کسی مصیبت کے وقت کسی شخص کی موجودگی اور امداد کی اشد ضرورت محسُوس کی جارہی ہو۔ اور اس مشکل سے سمجھا

واحد ذریعہ یہی دکھائی دیتا ہو کہ فلاں شخص آ ئے۔ اور مدد کرے دوسرے مفہوم میں ایک ایسا خیال جھلکتا ہے۔ کہ موسُوم کو کوئی خطرناک مصیبت پیش آئے گی۔ اور اس کے نقصان پر بُہت رنج وغم محسُوس کیا جائے گا۔

جب یہ پیشگوئی شایع ہُوئی اس وقت کوئی "نادرشاہ" نہیں تھا۔ جس کے متعلق کہا جاسکے۔ کہ اس پیشگوئی میں اس کا ذکر ہے۔ سالہا سال گذر گئے لیکن کوئی نادرشاہ نظر نہ آیا۔ وُہ تیار ہو رہا تھا لیکن ہمیں نظر نہ آتا تھا۔ ایک شخص ایسا تھا۔ جو نادرشاہ بننے والا تھا لیکن خُدا کے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ کہ وُہ کون ہے۔ حتیٰ کہ خود وُہ شخص جس کے متعلق یہ پیشگوئی تھی۔ اس سے آگاہ نہ تھا۔ کہ ایک دن وُہ بادشاہ بننے والا ہے۔ کیونکہ کسی ایسے انقلاب کا اس وقت وہم وگمان بھی نہ ہوسکتا تھا۔ تمام دُنیا نادرشاہ کی تعیین سے ناآشنا تھی۔ اس لیے یہ تمام واقعہ دُنیا کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔ صرف خدا تعالےٰ ہی اسے جانتا تھا۔ اور اسی نے مذکورہ بالا الفاظ میں اپنے بندے کو اس سے آگاہ کیا۔

پیشگوئی کا ہیرو

اس پیشگوئی کا ہیرو اس وقت جب یہ پیش گوئی کی گئی۔ بالکل نوجوان ہوگا۔ اور اس پیشگوئی کے پُورا ہونے کے لئے ابھی کئی سال کا وقت درکار تھا۔ اور اس کے ہیرو کے نادرشاہ کے لقب سے سٹیج پر آنے سے قبل کئی عجیب وغریب باتیں ظاہر ہونے والی تھیں۔ کئی سال قبل وُہ جرنیل نادرخاں کی حیثیت سے دُنیا کے سامنے آیا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس منصب سے ترقی کرنے کا اس کے لئے کوئی اور امکان نہیں۔ کیونکہ اس کے چند ہی سال بعد وُہ پبلک لائیف سے ریٹائر ہو گیا۔ اور اس کی اپنی گورنمنٹ نے اسے ملک کے لئے نکما سمجھکر فراموش کر دیا۔ اس پر اس نے فرانس میں گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی۔ اور سابق شاہ امان اللہ کے سفر یورپ کے دوران میں اس کا نام کبھی سُننے میں نہ آیا۔ اگرچہ اسے دعوت دی گئی۔ لیکن اس نے افغان بادشاہ کی پارٹی میں شریک ہونے سے اجتناب کیا۔ اس نے اس عذر پر کہ اس کی صحت نہایت خراب ہے۔ درخواست کی کہ اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ اور اس درخواست کی منظوری اس کے لئے خوشی کا باعث ہوگی۔ لیکن اب وقت آچکا تھا۔ کہ نادرخان نادرشاہ بن کر حضرت احمدؑ علیہ السلام کی پیشگوئی کو پُورا کرے۔ امان اللہ خاں نہایت عزت واحترام سے یورپ سے واپس آیا۔ لیکن واپسی کے تھوڑا ہی عرصہ بعد ملک میں خوفناک بغاوت ہوگئی۔ کابل پر بچہ سقہ نے ... امان اللہ خان بذریعہ ہوائی جہاز قندھار کی طرف فرار پر مجبور ہو گیا۔ اور اپنے بھائی عنایت اللہ خاں کے لئے تخت خالی کر گیا۔ عنایت اللہ خاں صرف ساڑھے تین روز امیر کابل رہا۔ اور اس کے بعد اس نے حملہ آور کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ جس نے فیاضی سے اس کی جان بخشی کر دی۔ اور اسے قندھار میں اپنے بھائی کے پاس پہنچ جانے کی اجازت دے دی۔

نادرخاں سے نادرشاہ

اس وقت سب کی نظریں نادرخاں کی طرف اٹھیں۔ اور یہ سمجھ لیا گیا۔ کہ وُہی اس مشکل سے ملک کو نجات دلا سکتا ہے۔ ملک نہایت ابتری اور بے چارگی کی حالت میں تھا۔ اور نادرخاں کی موجودگی کو نہایت ضروری سمجھا جا رہا تھا۔ کیونکہ ظاہراً طور پر یہی ایک شخصیت تھی۔ جو افغانستان کو بچا سکتی تھی۔ اور اس طرح تمام ملک گویا بزبان حال پکار رہا تھا "آہ۔ نادرخاں کہاں گیا"۔ لیکن پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے۔ کہ "آہ۔ نادرشاہ کہاں گیا"۔ کیونکہ خُدا تعالےٰ لوگوں سے بہت زیادہ جاننے والا تھا۔ وُہ شخص جسے لوگ نادرخان کہتے تھے۔ خُدا کے نزدیک نادرشاہ تھا۔ اور خدا تعالےٰ نے نادرخاں کی جگہ نادرشاہ کے الفاظ رکھ کر نہ صرف اس تباہی کی طرف اشارہ کر دیا۔ جو حکومت کابل پر ابھی نازل ہونے والی تھی۔ اور جب تمام ملک کی آنکھیں نادرخاں پر لگ گئی تھیں۔ اور اسے افغانستان کا نجات دہندہ سمجھا جا رہا تھا۔ اور جب تمام دردمندان ملک پکار رہے تھے۔ کہ آہ۔ نادرخاں کہاں گیا۔ اور اس طرح گویا زبان حال سے اسے دعوت دے رہے تھے۔ کہ آکر ملک کو تباہی سے بچائے۔ بلکہ اس میں یہ بھی راز پوشیدہ تھا۔ کہ نادرخان اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔ اور تخت کابل پر نادرشاہ ہو کر بیٹھے گا۔

نادرشاہ کی کامیابی

کہا جاتا ہے۔ کہ دست برداری سے قبل امان اللہ خاں نے نادرخاں سے مدد طلب کی تھی۔ اور اس کے لئے اسے تاریں دی گئیں۔ اور خاص قاصد اس کے پاس روانہ کئے گئے۔ لیکن اس نے حرکت نہ کی۔ آخر کابل فتح ہو جانے کے بعد نادرخاں نے میدان میں نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور خرابی صحت کے باوجود اس نے ساحل فرانس کو چھوڑا۔ تا کہ خدا تعالےٰ کے وُہ الفاظ جن میں اس کے لئے تخت کا وعدہ تھا۔ پُورے ہوں۔ وُہ اس قدر بیمار تھا۔ کہ گاڑی پر مارسیلز پہونچنے کے بعد اسے ایک سٹریچر پر لٹا کر کشتی میں سوار کیا گیا۔ بحری سفر میں اس کی صحت بہتر ہو گئی۔ اور جب وُہ بمبئی پہونچا۔ تو ہندوستان کے مسلمانوں نے بہت مسرت کا اظہار کیا۔ اور اسے امان اللہ خان کے لئے لڑنے کی تلقین کی۔ لیکن اس نے کہا۔ کہ مجھے اس معاملہ میں آزاد چھوڑ دیا جائے۔ تا کہ جو صورت بہتر سمجھوں۔ اسے اختیار کروں۔ پشاور پہونچنے پر امان اللہ خان نے اسے اپنے پاس قندھار پہونچنے کے لئے متعدد درخواستیں ارسال کیں۔ لیکن اس نے اُسے مناسب نہ سمجھا۔ اس نے پشاور کو خاموشی سے چھوڑا۔ اور اپنے ملک میں داخل ہوگیا۔ وُہ بیمار تھا۔ اور ساتھ ہی اس کے پاس پیسہ نہ تھا لیکن اس کے باوجود وُہ مستقل مزاج تھا۔ اور اپنے تینوں بھائیوں کے ساتھ مل کر اس نے ایک پروگرام مرتب کیا۔ لیکن مشکلات بُہت تھیں وُہ بارہا مایُوس ہوگیا۔ مگر سخت مشکلات اور خوفناک مایوسی کے لمحات میں بھی اس نے فرانس کی سرزمین اور اس کے خوشنما ساحلی علاقہ کا خیال نہ کیا۔ بلکہ اپنے ملک کے پہاڑوں اور بنجر زمین پر ہی نظر رکھی

باوجودیکہ اس کے راستہ میں بُہت مشکلات تھیں۔ اور وُہ بیمار و نادار تھا۔ لیکن منشاء ایزدی تھا۔ کہ وُہ کامیاب ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل شُدہ وحی میں اس کے لئے تخت کا وعدہ تھا بس وُہ کامیاب ہُوا۔ اور نادر خاں سے نادرشاہ بن گیا۔ اور اس طرح وُہ پیشگوئی پُوری ہو گئی۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۵ سال قبل کی تھی خدا تعالےٰ کے کام عجیب ہیں۔ وُہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور ہر چیز پر قادر ہے قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر

افغانستان میں حضرت مسیح موعودؑ کے نشانات

دوسرے ممالک کی طرح افغانستان نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کئی نشان دیکھے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے آپ کو خبر دی۔ شاتان تذبحان یعنی دو بکرے ذبح کئے جائینگے۔ اور یہ پیشگوئی بھی افغانستان میں پُوری ہُوئی۔ کیونکہ آپ کے دو مخلص اور عالم پیرو ملاؤں کے فتوےٰ کی وجہ سے امیر کابل کے حکم سے شہید کئے گئے۔ حضرت مولوی عبداللطیف صاحب کی شہادت پر آپ نے اعلان کیا۔ کہ خُدا نے مجھے خبر دی ہے کہ اور احمدی بھی وہاں اسی طرح شہید کئے جائیں گے۔ اور آپ کی یہ پیشگوئی بدقسمت سابق شاہ امان اللہ خان کے ہاتھوں پُوری ہُوئی جو احمدیوں کو کامل آزادی دینے کا وعدہ کر کے اس سے انحراف کر گیا۔ اور تین احمدیوں کو کابل میں شہید کرا دیا۔ امیر عبدالرحمٰن کے خاندان پر معصوم احمدیوں کا خون گرانے کی وجہ سے خدا تعالےٰ کا غضب بھڑکا۔ اور دُنیا نے دیکھ لیا۔ کہ خدا تعالےٰ نے اس خاندان سے اس کا کس طرح انتقام لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کابل کے متعلق دو اور پیشگوئیاں ہیں۔ ایک یہ کہ "ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مریں گے" (۱۳ مارچ ۱۹۰۶ء) گذشتہ خانہ جنگی میں بُہت سے آدمی مارے جا چکے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس صحیح اعداد وشمار نہیں اور نہ ہی مرنے والوں کی صحیح تعداد معلوم کرنے کے ذرائع ہمارے پاس ہیں۔ اگر یہ پیشگوئی پُوری ہو چکی ہے۔ تو ہمیں اُمید ہے کہ کسی موقعہ پر کسی نہ کسی طرح اعداد وشمار ظاہر ہو کر اس کی صداقت کا فی در اظہار کرینگے یا پھر یہ پیشگوئی کسی دُوسرے موقعہ پر کسی رنگ میں پُوری ہو کر رہے گی۔

ایک اور پیشگوئی جس کا افغانستان سے بظاہر کچھ تعلق معلوم ہوتا ہے وُہ اس طرح سے ہے۔ "احمد غزنوی" (۱۵- اپریل ۱۹۰۷ء)

پیشگوئی کا دُوسرا مفہوم

اوپر لکھا جا چکا ہے۔ "آہ نادرشاہ کہاں گیا"! کا ایک اور مفہوم بھی ہوسکتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے۔ کہ یہ الفاظ کسی اور موقعہ پر کسی اور طرح بھی پُورے ہوں۔ لیکن ہم نادرشاہ کی بہتری کے لئے دُعا کرتے ہیں خدا تعالےٰ اُسے صحیح راہ پر چلنے اور اپنی رضا حاصل کرنے کی توفیق دے اور وُہ اس خاندان کی تباہی سے کچھ سبق حاصل کر سکے۔ جس کا خوفناک انجام اُسنے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ خدا تعالےٰ اسے صداقت کو پہچاننے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اور وُہ اس مامور من اللہ کو قبول کر سکے جس کی پیشگوئی پُورا کرنے کیلئے خدا نے اُسے اسکے سابق آقا امان اللہ خاں کے تخت پر فائز کیا ہے۔ اور اسے نادرخاں سے نادرشاہ بنا دیا ہے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

علماء دیوبند اور عوج بن عنق

جہلاء میں یہ قصہ مشہور رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ نبوت میں عوج بن عنق نامی ایک بہت بڑا بادشاہ گذرا ہے۔ اس کا قد اسقدر طولانی تھا کہ جب اسے پیاس لگتی۔ تو بادلوں میں اپنا منہ ڈال کر ان سے پانی پی لیتا۔ اور جب بھوک لگتی۔ تو سمندر کی تہ میں اپنا ہاتھ ڈال کر وہاں سے مچھلیاں نکال لیتا۔ اور سورج کی طرف ہاتھ اٹھا کر فی الفور بھون کر کھا لیتا۔ "طوفانِ نوحؑ" ہاں وہ محشر خیز طوفان جس نے روئے زمین کی تمام چیزوں کو غرقاب کر دیا۔ جن دنوں دنیا پر آیا۔ اسوقت عوج بن عنق بھی موجود تھا۔ مگر وہ طوفان جو پہاڑوں کی چوٹیوں تک بلند ہو گیا تھا۔ بمشکل اسکے گھٹنوں تک پہنچا۔ اور اسکا بال تک بھیگا نہ ہوا۔

جب زمین پر وہ بیٹھا تھا۔ تو قریباً ایک جریب زمین پر قبضہ جما لیتا۔ اس کا قد تخمیناً تین ہزار تین سو تینتیس گز اور ۲ بالشت لمبا تھا۔

خدا نے حضرت موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمان بھیجا۔ کہ اس بادشاہ سے جنگ کرو۔ اور اسے ہلاک کر دو۔ آپنے اپنے سپاہی اس سے لڑنے کے لئے بھیجے۔ مگر عوج بن عنق نے ان سب کو پکڑ کر اپنے دامن میں ڈال لیا۔ اور اٹھائے اٹھائے اپنی بیوی کے پاس لایا۔ اور کہا۔ دیکھ یہ مجھ سے لڑائی کرنے آئے ہیں۔ کیا میں ان سب کو اپنے پاؤں تلے نہ پیس ڈالوں؟ اسکی بیوی نے سفارش کی۔ کہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔ یہ ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ تب اس نے سب کو رہا کر دیا۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام نے تب بذات خود اس سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد بھی ۴۰ گز لمبا تھا۔ ۴۰ گز لمبا آپ کا عصا تھا۔ اور چالیس گز آپ اونچے اچھلے۔ تب کہیں جا کر اس کافر کے ٹخنے پر آپ کا عصا لگا۔ اور چونکہ خدا کی تائید آپ کے شامل حال تھی۔ اسلئے وہ ایک ہی ضرب سے ٹھنڈا ہو کر رہ گیا۔ اور دھڑام سے زمین پر آ گرا۔

علماء دیوبند کی تصدیق

یہ بیہودہ اور سراسر بے بنیاد قصہ جہلاء میں تو مشہور تھا۔ اب ہمیں اخبار "مہاجر" کے ذریعہ یہ معلوم کر کے بہت حیرت ہوئی۔ کہ "علماءِ دیوبند" بھی ایسے لاطائل قصوں پر ایمان رکھتے اور ایسی باتیں بیان کر کے دنیا کو اپنی علمیت کا نمونہ دکھاتے ہیں۔ چنانچہ "خان محبوب علی خان صاحب سیکرٹری انجمن اصلاح دار العلوم دیوبند" ایک مضمون میں ارقام فرماتے ہیں:

"حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا قد بھی ۴۰ گز کا تھا۔ اور چالیس گز لانبا آپ کا عصا تھا۔ قوتِ نبوت سے ۴۰ گز آپ اچھلے۔ تب کہیں جا کر حضرت کے عصا کی نوک اس مردود کے ٹخنے پر لگی۔ بے اختیار چلاتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ جانِ ناپاک مالکانِ جہنم کو سونپ کر اسفل السافلین میں داخل ہوا" ۲۹ جولائی ۱۹۲۹ء

یہ قصہ جسقدر مضحکہ خیز اور واہیات ہے۔ اس کا اندازہ تو خود اسکے سننے سے ہی ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے بھی بڑھکر مضحکہ خیز وہ حرکت ہے۔ جو علماء دیوبند نے اسکی تصدیق کرنے سے ظاہر کی۔

ہمارا مطالبہ

ہمارا دیوبندی حضرات سے یہ پرزور مطالبہ ہے۔ کہ وہ از راہ کرم ہمیں عوج بن عنق کی اس قدر درازیٔ قامت کا کوئی معقول ثبوت دیں۔ یونہی باتیں بنانا ہر ایک کے لیے ہی لیکن علماء کیلئے خاص طور پر باعثِ شرم ہے۔ کیا قرآن میں عوج بن عنق کے اس قدر لمبے قد کا کہیں ذکر ہے۔ اور اگر قرآن میں نہیں۔ تو کیا احادیث صحیحہ میں اسکا کوئی ثبوت پایا جاتا ہے۔

مصنفہ روح المعانی کی شہادت

ہم اسوقت علامہ ابی الفضل شہاب الدین السید محمود الالوسی البغدادی کی ایک شہادت ان کی مشہور عالم تفسیر "روح المعانی" سے پیش کرتے ہوئے دکھانا چاہتے ہیں کہ "علماءِ دیوبند" جنہیں اپنے علم و کمال پر غرہ ہے۔ کس طرح علم سے بے بہرہ اور لاطائل قصوں پر فریفتہ ہیں۔ علامہ کی تحریر کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

"اگرچہ عوج بن عنق کی حکایت زبان زد خاص و عام ہے۔ اور روہ سخت بیہودہ باتیں اس بارے میں بیان کرتے ہیں۔ مگر علامہ ابن حجر کے فتاویٰ میں لکھا ہے۔ کہ حافظ عماد ابن کثیر فرماتے ہیں۔ کہ عوج بن عنق کا قصہ اور دوسرے تمام قصہ جات بالکل ہذیان ہیں۔ جنکی کوئی اصل نہیں اور یہ اہل کتاب کے مفتریات میں سے ہے۔ اور یہ بھی یقینی بات ہے۔ کہ عوج بن عنق حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں موجود ہی نہیں تھا"

"ابن قیم فرماتے ہیں۔ کہ کسی موضوع حدیث کا پتہ چلانے کا صرف یہی معیار ہے۔ کہ شواہد صحیحہ اسکے بطلان پر موجود ہوں۔ جیسے دراز قد عوج بن عنق کی حکایت بیان کیجاتی ہے۔ ہمیں تعجب اس شخص پر نہیں ہے۔ جس نے یہ جھوٹی بات وضع کی۔ اور اللہ تعالیٰ اُبرِ جھوٹ بولار بلکہ ہمیں اس شخص پر تعجب ہے۔ جو ایسی باتوں کو علم تفسیر میں درج کرتا اور حقیقت حال سے بے خبر رہتا ہے۔ اور در اصل ایسی تمام حکایت اہل کتاب میں سے زندیق لوگوں کی وضع کردہ ہیں جنہوں نے انبیاء کرام سے تمسخر اور استہزاء کرنا چاہا تھا۔" روح المعانی جلد دوم ص۲۶۶

پس جبکہ عوج بن عنق کا قصہ ہی من گھڑت ہے۔ تو علماءِ دیوبند کا اسکی تصدیق کرنا اور اخبار کے ذریعے اسے شائع کرنا کتنی بڑی کم علمی اور نادانی کا ثبوت دینا ہے۔

عوج بن عنق اور بائیبل

اس میں کچھ شبہ نہیں۔ کہ عوج ایک بادشاہ ضرور گذرا ہے۔ اور اس سے حضرت موسےٰ علیہ السلام نے جنگ بھی کی ہے۔ اور اسے اور اسکی قوم کو انہوں نے تہ تیغ کیا۔ چنانچہ تورات میں اسکا یوں ذکر آتا ہے۔

"تب ہم پھرے۔ اور بسن کی راہ میں چڑھ گئے۔ اور بسن کا بادشاہ عوج اور عی میں وہ اور اسکی ساری قوم ہمارے مقابلے کے لئے نکلے تا کہ ہم سے لڑیں۔ اور خداوند نے اسوقت مجھے فرمایا۔ اس سے مت ڈر۔ کہ میں اسکو اور اس کی ساری قوم کو اس کی سرزمین سمیت تیرے قبضے میں کر دونگا۔ تو اس سے وہی کر۔ جو تو نے اموریوں کے بادشاہ سیحون سے جو حسبون میں رہتا تھا۔ کیا۔ چنانچہ خداوند ہمارے خدا نے بسن کے بادشاہ عوج کو بھی اسکی ساری قوم سمیت ہمارے قابو میں کر دیا۔ اور ہم نے انہیں یہاں تک مارا۔ کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔" استثناء ۳ تا ۳

مگر باوجود اسکے عوج کی اسقدر درازیٔ قامت کا ہرگز کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ بائیبل میں بھی اس قدر مبالغہ نہیں کیا گیا جسقدر "نادان علماء" نے بعد میں کر دکھایا۔ وہاں صرف یہ لکھا ہے۔ "دیکھو اسی کا پلنگ لوہے کا پلنگ تھا۔ کیا وہ بنی عمون کے ربہ میں نہیں ہے ۹ آدمی کے ہاتھ سے ۹ ہاتھ کا لمبا۔ چار ہاتھ کا چوڑا" استثناء ۳/۱۲۔ مگر "علماءِ دیوبند" اور دوسرے جہلاء نے تو اس قدر مبالغہ کیا ہے۔ کہ اسے سنکر حیرت ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد

"سیکرٹری انجمن اصلاح دار العلوم دیوبند" کا یہ لکھنا کہ:۔

"حضرت موسےٰ کلیم اللہ کا قد بھی چالیس گز کا تھا۔ اور چالیس گز لانبا آپکا عصا تھا" ویسا ہی بے بنیاد قول ہے۔ جیسا کہ عوج بن عنق کا قصہ کیا "علماءِ دیوبند" ہمیں قرآن کی اس آیت کا حوالہ بتلانے کے لئے تیار ہیں۔ جس میں حضرت موسےٰ کی اسقدر درازیٔ قامت کا کوئی ذکر ہو۔ اور اگر قرآن میں نہیں کوئی ایسی آیت دکھائی نہ دیتی ہو۔ تو کیا وہ کسی ایک صحیح حدیث سے ہی اپنے اس قول کی سچائی ثابت کر سکتے ہیں۔ یقیناً قرآن و حدیث سے علیحدہ ہو کر ایسے من گھڑت قصوں کو بیان کرتے جانا "علماءِ اسلام" کی شان سے بہت بعید بات ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد اور قرآن

اگرچہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قد و قامت کا کوئی خاص ذکر موجود نہیں ہے۔ مگر پھر بھی بعض قرائن ایسے ہیں۔ جن سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسا غیر معمولی قد (یعنی چالیس گز لمبا) نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ دوسرے عام انسانوں جیسا ہی انکا معمولی قد تھا۔

پہلا قرینہ اس امر پر یہ ہے۔ کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی فوقیت ظاہر کرنے کے لئے کہتا ہے۔ ام انا خیر من ھذا الذی ھو مھین ولا یکاد یبین (پ ۲۵ سورہ زخرف) یعنے میں اس شخص موسےٰ سے جو ذلیل اور حقیر ہے۔ اور جو اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے کی قابلیت بھی نہیں رکھتا۔ بہت بہتر ہوں۔

اب اگر واقعہ یہی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ۴۰ گز لمبے تھے تو اتنے دراز قد آدمی کا دوسرے انسان پر خواہ مخواہ رعب پڑ جاتا ہے۔ اور وہ حقیر نہیں سمجھا جاتا۔ مگر فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حقیر کہہ رہا ہے جس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ انکی قامت اس قدر دراز ہرگز نہیں تھی۔ ورنہ فرعون پر ضرور اسکا اثر پڑتا۔ اور وہ آپکو حقیر نہ قرار دیتا۔

پھر دوسرا قرینہ آپؑ کا معمولی قد ہونے پر یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے۔ وما تلک بیمینک یموسیٰ یعنی اے موسیٰ یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ حضرت موسیٰ فرماتے ہیں۔ ھی عصای۔ اتوکؤا علیھا واھش بھا علی غنمی۔ (پ۱۶ سورہ طٰہٰ) یہ میرا سونٹا ہے۔ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں۔ اور اپنی بکریوں پر اس سے پتے جھاڑتا ہوں۔

اب سوچو۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس گز لمبے تھے۔ اور چالیس گز لمبا آپکا عصا تھا تو پھر درختوں پر سے عصا کے ساتھ پتے جھاڑنے کا کیا مطلب وہ شخص جو اسقدر لمبا ہو۔ کہ درختوں کی لمبائی سے بھی خود بڑھ گیا ہو۔ وہ تو ہاتھ سے ہی درخت کی ٹہنیاں ہلا ہلا کر پتے جھاڑ سکتا ہے۔ اور سونٹے سے اسے جھاڑنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ مگر وہ جسے پتے جھاڑنے کے لئے سونٹے کی ضرورت ہو۔ وہ یقیناً ایسا شخص ہو سکتا ہے۔ جو درختوں کی لمبائی سے بہت چھوٹا ہو۔ اور اس کا ہاتھ انکی ٹہنیوں تک نہ پہنچ سکتا ہو۔ پس حضرت موسیٰ کا اپنے عصا کا یہ فائدہ بیان کرنا۔ کہ میں اس سے درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں۔ ظاہر کرتا ہے کہ آپ قد میں درختوں سے چھوٹے تھے۔ اور چالیس گز تو عام درخت بھی لمبے نہیں ہوتے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کس طرح چالیس گز لمبے ہو گئے۔ اور یا پھر یہ تسلیم کر لو۔ کہ اسوقت درخت بھی سو سو گز کے ہوتے ہونگے۔ مگر علاوہ اسکے قرآن کی ایک اور آیت سے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عام درختوں سے چھوٹا ہونا اور ان کے سائے میں بیٹھنا ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کی سرزمین کی طرف گئے۔ اور وہاں آپنے دو لڑکیوں کی بکریوں کو کنوئیں سے پانی پلایا۔ تو لکھا ہے۔ ثم تولیٰ الی الظل۔ پھر آپ سائے کیطرف آئے۔ اور وہاں بیٹھکر دعا مانگی۔ اب یہ سایا اغلباً درخت کا ہی ہوگا۔ کیونکہ کنوؤں پر بالعموم سائے کیلئے درخت لگائے جاتے ہیں۔ پس ان دونوں آیتوں سے ثابت ہے۔ کہ عام درختوں سے آپ بہت چھوٹے تھے۔ اور یہ تو ظاہر ہے۔ کہ اکثر درخت بھی چالیس گز لمبے نہیں ہوتے پھر حضرت موسیٰ کا اس قدر لمبا قد کیونکر مانا جا سکتا ہے۔

پس قرآن مجید کے ان دونوں قرائن سے نہایت صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بالکل عام انسانوں جیسا قد رکھتے تھے۔ نہ کہ اتنا غیر معمولی قد۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد اور احادیث

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بھی بیان فرمایا ہے۔ مگر آپ نے ان کے اس قدر لمبے قد کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں۔ عرض علی الانبیاء قال فاذا موسیٰ علیہ السلام ضرب من الرجال کانہ من رجال شنوأۃ (مسلم جلد اول ص۹۴) میرے سامنے تمام انبیاء پیش کئے گئے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جسم کے ہلکے اور قد کے کچھ لمبے ہیں۔ اور انہیں دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا وہ شنوأۃ قبیلہ میں سے ہیں۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور نے شنوأۃ قبیلہ والوں سے تشبیہ دی ہے تو کیا "علماء دیوبند" شنوأۃ قبیلہ میں سے ہر ایک شخص کو ۴۰ گز لمبا کہنے کے لئے طیار ہیں۔ جب نہیں۔ بلکہ حقیقت صرف یہ ہے۔ کہ شنوأۃ قبیلہ والے نسبتاً قد کے لمبے ہوتے تھے۔ جیسا کہ کئی انسان لمبے ہوتے ہیں۔ تو اسی طرح حضور نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی انہی جیسا قد رکھتے تھے۔ نہ کہ علیحدہ۔ پس شنوأۃ قبیلہ والوں سے حضرت موسیٰ کی مشابہت ثابت کر رہی ہے۔ کہ آپکا قد شنوأۃ قبیلہ والوں جیسا ہی تھا۔ نہ کہ چالیس گز۔ غرض "علماء دیوبند" کا اس حدیث صحیحہ کے برخلاف ان کا چالیس گز قد ماننا انکی علمی تہیدستی کی ایک بین مثال ہے۔

آثار قدیمہ

پھر علاوہ ان دلائل کے ایک بہت بڑا ثبوت آپکا معمولی قد ہونے پر یہ بھی ہے۔ کہ جو لوگ مصر کی قدیمی چیزوں کا سراغ لگانے میں مصروف رہتے ہیں۔ انہیں مدت سے فرعون موسیٰ کی لاش مل چکی ہے۔ جو حنوط کی ہوئی ہے۔ اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فرعون کا قد صرف پانچ فٹ ساڑھے آٹھ انچ لمبا تھا۔ اس کے سر پر بال بہت کم تھے۔ ناک پتلی تھی۔ اور دو داڑھیں کھوکھلی تھیں۔ اب یہ تو ظاہر ہی ہے۔ کہ جب فرعون معمولی قد کا تھا۔ اور دوسری پرانی نعشیں جواب تک برآمد ہوئی ہیں۔ معمولی قد و قامت کی ہیں۔ تو ضرور حضرت موسےٰ علیہ السلام بھی انہی جیسا قد رکھتے تھے۔ نہ کہ علیحدہ۔ کیونکہ وہ بھی آخر اسی زمانہ میں ہوئے ہیں۔ اور اسی فرعون کی طرف مبعوث کئے گئے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ ان کا قد اس قدر غیر معمولی لمبائی رکھتا ہو۔ پھر بہت بڑا ثبوت یہ بھی ہے۔ کہ قرآن میں آتا ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے متعلق فرعون اور اس کے سردار یہی کہا کرتے تھے۔ انؤمن لبشرین مثلنا کیا ہم ان دو شخصوں پر ایمان لے آئیں۔ جو بالکل ہماری طرح معمولی انسان ہیں۔ اور ان میں کوئی خاص خوبی نہیں۔ اب ظاہر ہے۔ کہ جب فرعون اور اس کے زمانہ کے لوگ معمولی قد کے تھے۔ اور وہ موسےٰ اور ہارون علیہما السلام کو بھی "اپنے جیسا" کہ کرتے تھے۔ تو یہ بھی یقینی بات ہوئی۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد بھی بالکل انہی جیسا تھا۔ نہ کہ علیحدہ۔

پس علماء دیوبند کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اس قدر درازئی قامت منسوب کرنا ظاہر کر رہا ہے۔ کہ ان کا علم مفقود ہو گیا۔ اور ان کی حدیث فہمی جاتی رہی۔ اور ان کی عقلیں مسلوب ہو گئیں۔ وہ علماء کہلاتے ہیں۔ مگر علم سے معرا اور برعکس نہند نام زنگی کافور کے مصداق ہیں۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا۔

(خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل قادیان)

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سے استفسار

اخبار پیغام صلح ۵ دسمبر ۱۹۲۹ء میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے جس میں آپ نے مسلمانوں کے تفرقہ کی وجہ تکفیر بازی قرار دی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ مسلمان تبھی تحریک اتحاد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ کہ جب وہ اس مرض کو دور کر دیں۔ آگے لکھتے ہیں۔

"لاہوری احمدیوں نے اس مرض کو تشخیص کر کے مسلمانوں کے اتحاد کی یہ راہ تجویز کی۔ کہ ہر ایک جماعت دوسری جماعت کی اختلاف رائے کی عزت کرے۔ لہذا جس طرح وہ اپنے آپ کو مسلم کہتی ہے۔ اسی طرح اپنے سے مختلف الرائے جماعت کو جب تک وہ کلمہ گو ہے مسلم کہے۔ کسی کلمہ گو کو غیر مسلم یا کافر کہنے کا حق کسی مسلمان کو نہیں ہے"

(پیغام صلح ۵ دسمبر کالم ۱۳)

میں جناب ڈاکٹر صاحب سے صرف اتنا دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ "لاہوری احمدیوں نے اس مرض" کی کب "تشخیص" کی۔ غالباً مارچ ۱۹۱۴ء کے بعد ہی یہ "تشخیص" کی ہوگی۔ کیونکہ "لاہوری احمدیوں" کا وجود اس تاریخ کے بعد ہی منصہ شہود پر آشکارا ہوا ہے۔ بہر حال ڈاکٹر صاحب خود ہی "اس مرض" کے "تشخیص" کرنے کا زمانہ بیان فرما دیں۔

نیز یہ بھی عرض ہے۔ کہ "لاہوری احمدیوں" نے جو "راہ تجویز کی" ہے اس پر خود بھی گامزن ہوئے یا نہ؟ اور کہ وہ اس کلمہ گو کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل ہے۔ خواہ وہ نبی نیا ہو یا پرانا۔ یاد رہے۔ کہ ایسا شخص کلمہ گو بھی ہے۔ یعنی زبان سے بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے۔ اور دل سے بھی یہ اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے تھے۔

خاکسار تاج الدین۔ لائل پوری مولوی فاضل۔ قادیان

مسلمانوں کی ترقی کا راز

دور جدید میں ہندوستان کی مختلف قومیں اپنے اپنے رنگ اور اپنے اپنے مقصد کیلئے جدوجہد کر رہی ہیں۔ مگر آہ مسلمان بکہ ہمسایہ قوم کے بالمقابل کیا بلحاظ تعداد اور کیا بلحاظ مال و دولت بہت پیچھے ہیں۔ بالکل غافل پڑے ہیں۔ جو بھی قدم اٹھاتے ہیں بجائے ترقی کے تنزل کی طرف جاتا ہے۔ اور جو گھڑی اور ساعت آتی ہے ان کے لئے نئی مصیبت اور نئی تباہی لاتی ہے۔ گو ایک حد تک موجودہ مسلمانوں کی تباہی و ناکامی کا باعث آج کل کے غلط کار مولوی کے لیڈر بھی ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک ان کی تباہی کا باعث ایک اور چیز ہے۔ اور وہ اس زمانہ کے مامور کا انکار ہے۔ اس بات کا ثبوت کہ وہ مامور واقعی منجانب اللہ ہے۔ اس زمانہ کے مسلمانوں کی موجودہ حالت زار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماموروں کی بعثت کی غرض و غایت دنیا کی اصلاح ہوتی ہے۔ اور اصلاح کی اس وقت ضرورت ہوا کرتی ہے۔ جب مخلوق خدا صراط مستقیم کو چھوڑ کر طرح طرح کی گمراہیوں میں مبتلا ہو جائے۔ اب ہم مسلمانوں سے ہی پوچھتے ہیں۔ کیا اس وقت امت مرحومہ اسی صراط مستقیم پر قائم ہے۔ جس پر کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے۔ اگر نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ تو پھر اس مامور وقت کی صداقت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ دوسرا ثبوت اس کی وہ جانثار جماعت ہے جس نے اس کی آواز پر لبیک کہا۔ گو وہ اپنی تعداد کے لحاظ سے دنیا میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ مگر وہ اپنے کام کے لحاظ سے اور اپنی وسعت کے لحاظ سے

چندہ دہندگان منارۃ المسیح قادیان

منارۃ المسیح کے لئے چندہ دینے والوں کی فہرست تیار کرنے کے لئے میں نے بار بار اعلان کئے ہیں - اخبار پیغام صلح میں بھی اعلان کیا گیا تھا اب تک جن احباب کے نام کے متعلق اطلاع ملی ہے - وہ فہرست درج ذیل کرتا ہوں۔ اگر کسی صاحب کا نام اس میں نہ آیا ہو۔ یا رہ گیا ہو۔ تو اطلاع دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں چندہ دینے والوں کی فہرست کا علم ابھی تک پورے طور پر نہیں ہو سکا۔ اس لئے معتبر شہادت کے ساتھ کسی نے چندہ دیا ہو۔ تو اپنے نام سے اطلاع دے۔ یا کسی مرحوم کے متعلق علم ہو۔ کہ اس نے چندہ دیا تھا۔ اور ان کا نام درج فہرست نہیں ہے۔ تو اس کے متعلق بھی اطلاع دیجائے۔ کندہ کرانے کا انتظام اب ہو چکا ہے فہرست کا مکمل کرنا ضروری ہے۔ تاکہ کسی کا نام رہ نہ جائے حتی الوسع کوشش یہ کی جاتی ہے۔ کہ چندہ دینے کی تاریخ یا سنہ ضرور لکھا جائے۔ تاکہ ترتیب درست کی جا سکے۔ جن کا نام فہرست میں آچکا ہے۔ وہ بھی چندہ دینے کی تاریخ یا سنہ سے اطلاع دیں۔

نمبر	نام
۱	حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
۲	حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ
۳	حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ
۴	حضرت نصرت جہان بیگم صاحبہ ام المؤمنین
۵	حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے۔
۶	مولوی میر محمد سعید صاحب حیدرآباد دکن
۷	نواب سید رضوی صاحب بمبئی۔
۸	مولوی عبدالقادر صاحب منصورا ں ضلع لدھیانہ
۹	مولوی غلام اکبر خان صاحب حیدرآباد دکن
۱۰	مولوی احمد بشیر خانصاحب والد مولوی غلام اکبر خانصاحب
۱۱	سیٹھ شیخ حسن صاحب یادگیر
۱۲	منشی نادر خان صاحب سرکانی ضلع جہلم۔
۱۳	مولوی محمد علی صاحب ایم اے
۱۴	مولوی غلام حسن خانصاحب پشاور
۱۵	شیخ نیاز احمد صاحب تاجر وزیرآباد
۱۶	ڈاکٹر غلام غوث صاحب قادیان
۱۷	سید ناصر شاہ صاحب قادیان
۱۸	سید فضل شاہ صاحب قادیان
۱۹	منشی شادی خان صاحب قادیان
۲۰	حافظ محمد اسحاق صاحب سب اوورسیر
۲۱	خلیفہ نور الدین صاحب جموں
۲۲	مستری احمد الدین صاحب بھیرہ
۲۳	مفتی محمد صادق صاحب قادیان
۲۴	ڈاکٹر رحمت علی صاحب افریقہ
۲۵	بابو محمد افضل صاحب ایڈیٹر اخبار بدر
۲۶	ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب گریالی
۲۷	پیر برکت علی صاحب رتمل ضلع گوجرات
۲۸	حافظ روشن علی صاحب قادیان
۲۹	مولوی شیر علی صاحب قادیان
۳۰	مولوی ذوالفقار علی خانصاحب رامپوری ثم قادیانی
۳۱	رحمت اللہ - عبدالغفور - عبدالرحیم - حبیب اللہ صاحبان پسران مولوی عبداللہ صاحب سنوری
۳۲	ماسٹر قمر الدین صاحب لدھیانہ
۳۳	محمد اکبر صاحب ٹھیکیدار بٹالہ
۳۴	محمد حیات خانصاحب پنشنر حافظ آباد
۳۵	حکیم محمد حسین صاحب قریشی لاہور
۳۶	چوہدری حاکم علی صاحب قادیان
۳۷	منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری قادیان
۳۸	منشی محمد جان صاحب
۳۹	میاں محمد صدیق صاحب میاں خیرالدین صاحب میاں امام دین صاحب میاں جمال دین صاحب سیکھواں
۴۰	سیٹھ موسےٰ ابراہیم ان جام نگر۔
۴۱	ڈاکٹر رامانند صاحب ضلع گھڑوال
۴۲	مولوی غلام امام صاحب شاہجہانپوری
۴۳	حاجی ملا نام بخش صاحب
۴۴	صوفی نبی بخش صاحب (۴۵) منشی حبیب الرحمٰن صاحب
۴۶	سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس
۴۷	سیٹھ علی محمد صاحب بنگلور
۴۷	سیٹھ احمد صاحب مدراس
۴۸	سیٹھ حاجی صالح محمد صاحب مدراس
۴۹	سیٹھ دالجی لالجی صاحب سوداگر مدراس
۵۰	مولوی ظہور علی صاحب وکیل حیدرآباد دکن
۵۱	بابو شاہ دین صاحب (۵۲) محمد قاسم صاحب مالا موسے۔
۵۳	صوفی محمد یعقوب صاحب نمبردار کیری افغاناں
۵۴	بابو فخر الدین صاحب فرجی سپلائی ڈپو کوئٹہ
۵۵	عطاء اللہ خان دھرم کوٹ بگا
۵۶	بابو نظام دین صاحب بہاولپوری۔
۵۷	بابو عبدالعزیز صاحب ماسٹر ٹیلر سیالکوٹ
۵۸	محمد وزیر خاں صاحب سب اوورسیر قادیان
۵۹	مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری
۶۰	اللہ دین صاحب ٹھیکریاں ضلع راولپنڈی
۶۱	خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب پنشنر جج علیگڑھ
۶۲	مرزا حسین بیگ صاحب کھوکھر ضلع گجرات
۶۳	ڈاکٹر سید ولایت شاہ صاحب قادیان
۶۴	بابو روشن دین صاحب سیالکوٹ
۶۵	بابو محمد افضل صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر ریزیڈنٹ وزیرستان
۶۶	منشی گوہر علی صاحب کوٹلہ افغاناں ضلع گورداسپور
۶۷	قاضی میر حسن صاحب علی پور ملتان
۶۸	خان بہادر مولوی محمد علی خانصاحب کوہاٹ
۶۹	شیخ مشتاق حسین صاحب گوجرانوالہ
۷۰	خانصاحب منشی فرزند علی صاحب قادیان
۷۱	ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب قادیان
۷۲	اہلیہ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب قادیان
۷۳	خانصاحب منشی برکت علی صاحب شملہ
۷۴	مولوی عبدالرحیم صاحب نیر
۷۵	جماعت احمدیہ لیگوس افریقہ
۷۶	عالمگیر خان صاحب گسبٹ سندھ
۷۷	مستری علی بخش صاحب فرید کوٹ
۷۸	اہلیہ مستری علی بخش صاحب فرید کوٹ
۷۹	ڈاکٹر جمعدار عبدالکریم صاحب گوجروال ضلع لدھیانہ
۸۰	شیخ علی اظفر صاحب
۸۱	شیخ فضل حق صاحب بٹالہ
۸۲	حاجی گلزار محمد صاحب بٹالہ
۸۳	راجہ علی محمد صاحب ای اے سی چھونی ضلع جہلم
۸۴	شیخ فضل احمد صاحب بٹالہ
۸۵	اہلیہ شیخ فضل احمد صاحب بٹالہ
۸۶	شیخ یعقوب علی صاحب قادیان
۸۷	اہلیہ شیخ یعقوب علی صاحب قادیان
۸۸	محمودہ دختر شیخ یعقوب علی صاحب
	شیخ غلام غوث صاحب قادیان
۸۹	ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب قادیان
۹۰	غلام نبی صاحب سیٹھی قادیان
۹۱	شیخ کرم الٰہی صاحب وکیل پٹیالہ
۹۲	بابو جمال الدین صاحب گوجرانوالہ
۹۳	مولوی عمر الدین صریح
۹۴	اہلیہ مولوی عمر الدین صاحب صریح
۹۵	منشی محمد الدین صاحب کھاریاں
۹۶	ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب دھرم کوٹ رندھاوا
۹۷	بچگان " " " " "
۹۸	ڈاکٹر فضل دین صاحب وٹرنری اسسٹنٹ قادیان
۹۹	اہلیہ " " " " " "
۱۰۰	بچگان " " " " " "
۱۰۱	حاجی غلام احمد صاحب کریام
۱۰۲	قاضی محمد عبداللہ صاحب بھٹی قادیان
۱۰۳	غلام نبی صاحب ماہل پور
۱۰۴	شیخ احمد اللہ صاحب نوشہرہ چھاؤنی
۱۰۵	صوفی محمد علی صاحب
۱۰۶	محمد عبداللہ صاحب کلرک فیروزپور
۱۰۷	ڈاکٹر فضل کریم صاحب قادیان
۱۰۸	سیٹھ عبداللہ بھائی صاحب سکندرآباد دکن
۱۰۹	اہلیہ " " " " " "
۱۱۰	سیٹھ الہ دین صاحب سکندرآباد دکن
۱۱۱	بابو محمد شفیع صاحب سب اوورسیر قادیان
۱۱۲	ماسٹر محمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر قادیان
۱۱۳	بچگان " " " " " "
۱۱۴	حافظ سید عبدالوحید صاحب منصوری
۱۱۵	حافظ سید عبدالمجید صاحب "
۱۱۶	حافظ سید عبدالحمید صاحب "
۱۱۷	نادر خان صاحب
۱۱۸	بابو اعجاز حسین صاحب دہلی
۱۱۹	شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی
۱۲۰	صوبیدار غلام حسین صاحب چک ۱۸ پلٹن
۱۲۱	ماسٹر محمد طفیل صاحب قادیان
۱۲۲	ڈاکٹر شاہ نواز صاحب سیالکوٹی
۱۲۳	پیر منظور محمد صاحب قادیان
۱۲۴	چوہدری نعمت خاں صاحب سب جج
۱۲۵	گل محمد صاحب کیمبلپور
۱۲۶	شیخ نیاز محمد صاحب انسپکٹر پولیس گوجرانوالہ
۱۲۷	شیخ غلام حسین صاحب لدھیانہ
۱۲۸	سیٹھ علی محمد صاحب سکندرآباد دکن
۱۲۹	فاطمہ بنت سیٹھ عبداللہ بھائی صاحب "
۱۳۰	فضل دین صاحب سب اورسیر مردان
۱۳۱	سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب بمبئی
۱۳۲	ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب کھاریاں
۱۳۳	سید غلام حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ قادیان
۱۳۴	اہلیہ " " " " " "
۱۳۵	مرزا محمد صادق صاحب لاہور
۱۳۶	ماسٹر محمد ابراہیم صاحب (ننکانہ) قادیان

۱۳۷ میاں محمد شریف صاحب ای اے سی لاہور
۱۳۸ امتہ الرحمن بنت قاضی ضیاء الدین صاحب بھیرہ
۱۳۹ چوہدری محمد الدین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر
۱۴۰ ملک مولا بخش صاحب امرتسر
۱۴۱ چوہدری فتح محمد صاحب سیال
۱۴۲ شیخ عبدالحمید صاحب شملوی
۱۴۳ مولوی فضل دین صاحب وکیل قادیان
۱۴۴ مولوی عبدالرحیم صاحب درد قادیان
ولد شیر قادر بخش صاحب مرحوم لدھیانہ
۱۴۵ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب قادیان
۱۴۶ بابو سراج دین صاحب سٹیشن ماسٹر دکن
۱۴۷ قریشی محمد عثمان صاحب انجنیر قادیان
۱۴۸ مرزا برکت علی صاحب و امتہ الرحیم خانم قادیان
۱۴۹ رشیدہ بیگم اہلیہ چوہدری ظفر اللہ خانصاحب لاہور
۱۵۰ اخوند محمد افضل خان صاحب و اہلیہ اخوند صاحب ڈیرہ غازی خان
۱۵۱ اخوند الطاف محمد خان صاحب ڈیرہ غازی خان
۱۵۲ اہلیہ چوہدری مبارک احمد صاحب کوہاٹ
۱۵۳ بابو عبدالرحمن صاحب انبالہ
۱۵۴ حاجی شیخ میراں بخش صاحب انبالہ
۱۵۵ مولوی مختار احمد صاحب سرادہ
۱۵۶ میاں خدا بخش صاحب ہانڈو
۱۵۷ ڈاکٹر محمد رمضان صاحب سری گوبند پور
۱۵۸ بابو وزیر محمد صاحب لاہور
۱۵۹ چوہدری صادق علی صاحب تحصیلدار
۱۶۰ حکیم فضل الرحمن صاحب مبلغ افریقہ
۱۶۱ ای ۔ ملک مظفر پور
۱۶۲ بابو علی حسن صاحب سنوری
۱۶۳ چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب ای اے سی
۱۶۴ فہمیدہ بنت مدد علی صاحب شاہجہانپور
۱۶۵ مولوی عبدالمغنی صاحب قادیان
۱۶۶ مولوی عبدالغفور صاحب مبلغ و فاطمۃ الزہرا قادیان
۱۶۷ ابراہیم یوسف صاحب بردولی
۱۶۸ ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب افریقہ
۱۶۹ مریم صدیقہ نوشہرہ
۱۷۰ چوہدری نور احمد خاں صاحب قادیان
۱۷۱ مولوی عبداللطیف صاحب چٹاگانگ
۱۷۲ سید محمد لطیف صاحب چک قاضیاں ضلع گورداسپور

ناظر اعلیٰ قادیان

مختصر روئداد جلسہ سالانہ ۱۹۲۹ء

افتتاح جلسہ

۲۶ دسمبر ۱۹۲۹ء ساڑھے دس بجے جو کہ پروگرام میں افتتاح جلسہ کا وقت درج تھا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ جلسہ گاہ میں تشریف لائے حاضرین نے اللہ اکبر کے بلند آہنگ نعروں سے حضور کا استقبال کیا صوفی غلام محمد صاحب سابق مبلغ ماریشس کی تلاوت قرآن مجید کے بعد حضور نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کر کے ایک مختصر تقریر سے جو اسی پرچہ میں درج ہے۔ جلسہ کا افتتاح فرمایا۔ تقریر کے بعد دعا کی گئی۔ اور حضور واپس تشریف لے گئے۔ اور حضور کے جانیکے بعد جلسہ کی کارروائی بصدارت جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آبادی شروع ہوئی۔

خطبہ استقبالیہ

جناب مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر ناظر اعلیٰ نے جناب میر محمد اسحاق صاحب ناظر ضیافت کی طرف سے جو بوجہ انتظام جلسہ میں بے حد مصروفیت کے نہ آسکے تھے خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ یہ خطبہ بھی اسی پرچہ میں درج ہے

پیغام محبت

چونکہ خطبہ استقبالیہ مقررہ وقت سے کم میں ختم ہوگیا۔ اس لئے بقیہ وقت میں جناب مفتی محمد صادق صاحب نے ہند اور بیرون ہند کے بعض ان احباب کے پیغام محبت سنائے جو جلسہ میں شمولیت کے لئے نہ آسکے ان میں امریکہ کے ایک نو مسلم بھی تھے جنہوں نے جلسہ پر آنیوالوں کو السلام علیکم کا تحفہ بھیجا تھا۔

ایک ہندو کی تقریر

اس کے بعد لالہ آتم پرکاش صاحب لدھیانوی کو جو ایک معزز ہندو ہیں۔ ان کی خواہش پر تقریر کرنے کیلئے کچھ وقت دیا گیا جنہوں نے نہایت عقیدت و اخلاص کے ساتھ سرور کونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ارفع کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اگرچہ ظاہراً میں ہندو ہوں مگر باطناً مسلمان ہوں۔ میں سرور کائنات کو مکمل و اکمل بلکہ واحد اکمل انسان سمجھتا ہوں۔ لالہ صاحب کے بعد ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نظم خوش الحانی سے سنائی۔

مولوی اللہ دتا صاحب کی تقریر

پھر مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل نے اپنی تقریر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ ان کے جوابات پر شروع کی جس میں محمدی بیگم والی پیشگوئی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق پیشگوئی اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے آخری فیصلہ وغیرہ کے متعلق جو اعتراضات کئے جاتے ہیں انکے نہایت مدلل تحقیقی جوابات پیش کئے۔ آپ نے بتایا۔ کہ بعثت مسیح موعودؑ کے وقت دشمن جو اعتراضات ہم پر کرتے رہے۔ اب خود انہیں چھوڑ چکے ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ اب انہیں یہ ہتھیار کند نظر آتے ہیں۔ اب لے دیکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی چند ایک پیشگوئیوں اور حوالہ جات پر اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب نے پیشگوئیوں کے اصول پر بھی آیات قرآنی سے بحث کی۔ آپ کی تقریر قریباً ½۱۲ بجے ختم ہوئی۔ اور پہلا اجلاس نماز جمعہ کے لئے برخاست ہوا۔

نماز جمعہ

نماز جمعہ مسجد نور میں حضرت خلیفۃ المسیح نے پڑھائی۔ ساتھ ہی عصر کی نماز پڑھی گئی۔ اسکے بعد اہلیہ صاحبہ حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کا جنازہ پڑھایا۔ مرحومہ پچھلے دنوں سرائے نورنگ میں فوت ہوئی تھیں۔ اب ان کی لاش مقبرہ بہشتی میں تدفین کے لئے بذریعہ موٹر لائی گئی تھی۔

نماز جمعہ کے بعد دوسرا اجلاس شروع ہوا۔ جس کے صدر جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بیرسٹر و ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب تھے۔

چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے کی تقریر

پہلی تقریر جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے ناظر دعوۃ و تبلیغ کی "ہندو تمدن اور ہندوستان پر اسکے اثرات" کے موضوع پر تھی۔ اگرچہ نماز جمعہ میں تاخیر کی وجہ سے چوہدری صاحب کا وقت پہلے ہی کم تھا۔ اور بھی کم کر دیا گیا۔ مگر آپ نے نہایت عمدگی سے مضمون پورا کیا۔ اور بتایا۔ کہ ہندوستان کو قعر مذلت سے نکال کر بام رفعت پر پہنچانیکا واحد ذریعہ یہی ہے۔ کہ ہندو تمدن کو تباہ کیا جائے۔ کیونکہ اسی کے طفیل ملک میں سستی۔ کاہلی۔ کام سے نفرت صنعت و حرفت سے بے اعتنائی۔ اور جہالت کے امراض پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ نے بتایا۔ ہندو مذہب کی بنیاد کسی خاص عقیدہ پر نہیں۔ بلکہ محض رسمی تمدن پر ہے۔ اور اگرچہ اسلامی تمدن کے زیر اثر بہت سی قباحتیں ہندوؤں سے دور ہوچکی ہیں۔ تاہم ضرورت ہے۔ کہ اس بارے میں پوری پوری کوشش اور سعی سے کام لیا جائے۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب کی تقریر

جناب چوہدری صاحب کے بعد حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے نے عفو کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر تقریر فرمائی۔ جس میں پہلے آپ نے اخلاق کے متعلق مسیحی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش کردہ اخلاقی تعلیم جو قرآن کریم سے اخذ کی گئی ہے پیش کی۔ اور بتایا۔ کہ اسلام کی اخلاقی تعلیم کے مقابلہ میں کوئی تعلیم معقول نہیں ثابت کی جاسکتی۔

مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کی تقریر

تقریر کے دوسرے حصہ میں مولانا کو حضرت مسیح موعودؑ [illegible] کی اسوہ پیش کرنا تھا۔ مگر آپ نے اسکے لئے جناب مولوی عبدالرحیم صاحب [illegible] اپنا وقت دیا۔ نیر صاحب نے نہایت دلآویز پیرایہ میں حضور کا سلوک [illegible] دشمنوں۔ مردوں۔ عورتوں۔ اور بچوں کے متعلق ایک ایک [illegible]

پیش کئے جس سے سامعین بیحد متاثر ہوئے۔ اور اس تقریر پر ۲۷ر دسمبر کی کارروائی ختم ہوئی۔

۲۸ر دسمبر کی روئداد

۲۸ر دسمبر کا پہلا اجلاس زیر صدارت جناب چوہدری نعمت خانصاحب ... بجے شروع ہوا تلاوت قرآن کریم کے بعد حسن صاحب رہتاسی نے ... سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔

شیخ یعقوب علی صاحب کی تقریر

پھر جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے حضرت مسیح موعودؑ اپنی جماعت ... ور روحانیت کے کس مقام پر کھڑا کرنا چاہتے ہیں" کے عنوان سے ... یہ مضمون پڑھا۔ مضمون کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہیں ... کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش فرمودہ فلسفہ اخلاق ... نچوڑ تھا۔

چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی تقریر

شیخ صاحب کے بعد جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے مسئلہ سود پر ایک پُر از معلومات تقریر کی۔ جس کے شروع میں آپ نے بتایا۔ کہ اسلام نے انتظام جائداد و وراثت کے متعلق کیا قوانین پیش کئے ہیں۔ اور پھر قانونی لحاظ سے سود کی جامع تعریف کی اور بتایا۔ کہ سود لینے والی اقوام میں انسانی ہمدردی کی روح مفقود ہو جاتی ہے۔ اور بعض دماغ جو ممکن ہے۔ اپنی قومی یا ملکی ترقی میں مدد ہو سکیں۔ اپنی استعدادوں کو استعمال نہیں کر سکتے۔ نیز دنیا کی جنگیں بھی اکثر سود پر روپیہ مل جانے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ چنانچہ گذشتہ جنگ عظیم میں اگر سلطنتوں کو سود پر روپیہ نہ ملتا۔ تو اول تو یہ جنگ ہی نہ ہوتی۔ اور اگر ہوتی۔ تو نہایت قلیل عرصہ میں اس کا فیصلہ ہو جاتا۔ آخر جرمن کو شکست بھی اس وجہ سے ہی ہوئی کہ اسے روپیہ نہ مل سکا۔ ورنہ میدان جنگ میں اسے کوئی شکست نہیں دے سکتا تھا۔

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی تقریر

چوہدری صاحب کے بعد جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے "ختم نبوت" پر تقریر کی۔ اور عام فہم پیرایہ میں اس مضمون پر روشنی ڈالی۔ اور بتایا۔ کہ ختم نبوت کے متعلق جو عقیدہ جماعت احمدیہ کا ہے وہی درست ہے۔ آپ کی تقریر بہت پسند کی گئی۔ اور اس پر پہلے اجلاس کی کارروائی ختم ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی تقریر

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے نماز ظہر و عصر جمع کرکے پڑھائیں۔ اور بعد ازاں سٹیج پر تشریف لائے۔ جلسہ گاہ اللہ اکبر کے فلک بوس نعروں سے گونج اٹھی۔

ایک صاحب نے پنجابی نظم سنائی اس کے بعد ... صاحب کے چھوٹے بچے نے میز پر کھڑے ہو کر ایک دلچسپ نظم پڑھی جس پر ایک صاحب نے ... انعام دئے۔

ایک مفید قانون کی تائید

چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے ایک مختصر تقریر میں میاں عبدالحی صاحب لدھانوی کے مسودہ قانون کی جو طلاق۔ وراثت وغیرہ کے متعلق اسمبلی میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ وضاحت کرنے کے بعد اس کی تائید کرنے کی تجویز پیش کی جس کی تائید جناب مولوی ذوالفقار علی خان صاحب ناظر اعلیٰ نے فرمائی۔ اور حسب ذیل تجویز اتفاق رائے سے پاس ہوئی۔

یہ جلسہ میاں عبدالحی صاحب کی مساعی کو جو وہ اسمبلی میں قانون وراثت کے شریعت کے مطابق منظور کرانے کے سلسلہ میں کر رہے ہیں۔ کامل اطمینان کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور انہیں اس ضمن میں اپنی پوری امداد کا یقین دلاتا ہے۔

اس کے بعد اسلم صاحب نے حضرت اقدس کی ایک تازہ اور پر سوز نظم خوش الحانی سے سنائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر

سوا تین بجے حضور تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور بعض اہم امور کے متعلق شام کے قریباً چھ بجے تک تقریر فرمائی جس کا خلاصہ انشاء اللہ اگلے پرچہ میں ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔ حضور کی تقریر پر اس روز کی کارروائی ختم ہوئی۔

۲۹ر دسمبر کی روئداد

۲۹ر دسمبر کی کارروائی سیٹھ ابوبکر صاحب سماٹری کی صدارت میں شروع ہوئی۔ مولوی ظل الرحمٰن صاحب مبلغ بنگال نے تلاوت قرآن کریم کی۔ اور ایک نظم ایک لڑکے نے خوش الحانی سے سنائی۔

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی تقریر

جناب شیخ صاحب نے "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں" کے عنوان سے تقریر شروع کی۔ آپ نے حضور کی مختلف شادیوں کے صحیح اور مستند حالات پیش کرکے ثابت کیا۔ کہ آپ کی تمام شادیاں ہمدردی بنی نوع انسان۔ تبلیغ اسلام اور بعض بد رسومات کے استیصال کی وجہ سے عمل میں آئیں۔ اور ان میں نفسانیت کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ آپ نے بتایا۔ کہ حضور نے ۲۵۔ سال کی عمر میں حضرت خدیجہ کے ساتھ جن کی عمر اس وقت ۴۰۔ سال تھی۔ شادی کی۔ اور ۵۰۔ برس کی عمر تک کوئی اور شادی نہ کی۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں۔ کہ آپ جذبات پر پوری طرح قادر تھے۔ تقریر بہت دلچسپی سے سنی گئی۔ لیکن وقت کی تنگی کے باعث یہ مضمون نامکمل رہ گیا۔

قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے کی تقریر

جناب قاضی صاحب موصوف نے "برہمو ازم اور اسلام" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ برہمو ازم کی تاریخ کا مجمل سا خاکہ پیش کرکے بتایا۔ کہ یہ تحریک محض ہندوستان پر مغربی تمدن کے غالب اثر کا ایک مظاہرہ ہے۔ اسلام کے ساتھ اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اسلام خدا کی طرف سے تمام دنیا کے لئے ایک مکمل شریعت ہے۔ مگر برہمو ازم ایک سوسائٹی کا نام ہے جس کی بنیاد ایک شخص نے مغربی اثر کے ماتحت کلکتہ میں رکھی۔ تقریر بہت دلچسپ تھی۔

مفتی محمد صادق صاحب کی تقریر

قاضی صاحب کے بعد جناب مفتی صاحب نے بائیبل کی تاریخی حیثیت کے عنوان سے ایک نہایت دلچسپ اور عالمانہ تقریر فرمائی جس میں بائیبل کے تناقضات پیش کرکے بتایا۔ کہ اس کی تاریخی حیثیت کچھ بھی نہیں۔ اور بطور ایک تاریخی کتاب کے بھی اس کا درجہ نہایت ادنیٰ ہے۔ آپ کی تقریر کے بعد پہلا اجلاس ختم ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی دوسری تقریر

نماز ظہر و عصر جمع کرکے پڑھانے کے بعد حضور سٹیج پر تشریف لائے۔ اور نعرہ ہائے تکبیر کے درمیان کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ حافظ عبدالعلی صاحب وکیل سرگودھا نے تلاوت قرآن کریم کی۔ اور سید انعام اللہ شاہ صاحب ایڈیٹر دور جدید نے حضور کی ایک تازہ دعائیہ نظم عمدہ لے میں پڑھ کر سنائی۔ اس کے بعد تین بجے حضور کھڑے ہوئے اور فضائل قرآن کریم پر آٹھ بجے تک تقریر کی۔ سخت سردی کے باوجود کامل پانچ گھنٹے حاضرین نے نہایت سکون اور مسرت کے ساتھ تقریر سنی۔ جلسہ دعا پر ختم ہوا۔ آخری دن مفتی صاحب کی تقریر کے بعد پانچ مذہبی سکھ مسلمان ہوئے۔

اعلان

"الفضل" کی گذشتہ چار جلدیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ اگر کسی انجمن احمدیہ کی لائبریری میں ضرورت ہو۔ تو مجھ سے مفت محصول دے کر منگوالیں۔

روشن دین مستری۔ موضع لنگے پور ڈاکخانہ خود۔ ضلع گرداسپور یا ضلع سیالکوٹ

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا